Koh Kamt Insan
By Girja Kr. 1970 G.K.V.

کوہ قامت انسان

ل. و. بتروخن

بھگت سنگھ نے جیل میں لینن کا بہت مطالعہ کیا تھا۔ اس انقلابی مجاہد کی یہ تصویر ان
دنوں کی ہے جب سامراجی حکومت نے انھیں لاہور جیل میں قید کر رکھا تھا۔

کوہ قامت انسان

لینن کے متعلق ابتدائی ہندوستانی مطبوعات

از

ل۔ و۔ متروخن

ایڈیٹر

گرجا کمار سنہا

سوویت دیس کتابچے

۱۹۷۰ء

EVEREST AMONG MEN

by L.V. Mitrokhin

(URDU)

1970

Price : One Rupee

قیمت : ایک روپیہ

ایل۔پی۔ ولادیمیروف نے ہندستان میں سوویت یونین کے سفارت خانے کے شعبۂ اطلاعات کی طرف سے
۲۵ بارہ کھمبا روڈ نئی دلی ۱ سے شائع کیا۔ اوریئنٹل پرنٹرز کیلئے گلوب آفسٹ پرنٹرز دلی ۶ میں طبع ہوا۔

ان کے نام
جنہوں نے
لینن
سے فیض پاکر
اس کی روشنی کو پھیلایا

فہرست

پیش لفظ

یہ مختصر سی کتاب جسے مصنف نے لینن کے متعلق ابتدائی ہندستانی مطبوعات پر نوٹ کے نام سے پیش کیا ہے ایک سوویت صحافی اور عالم کی محنت اور تفتیش کا نتیجہ ہے لینن کے یوم پیدائش کے اس سویں برس میں ہندستان اور سوویت یونین دونوں جگہ لوگ اس کو دلچسپی سے پڑھیں گے۔

روس میں سوشلسٹ انقلاب کی فتح کے فوراً بعد اور ۱۹۲۰ء کے دہ سالہ کے ابتدائی برسوں میں ہندستان میں لینن کے متعلق جو کتابیں، پمفلٹ اور مضامین شائع ہوئے وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس تاریخی واقعہ کا ہماری قومی آزادی کی تحریک پر زبردست اثر پڑا۔

ان ابتدائی مصنفوں کو لینن اور انقلاب روس کے متعلق صحیح مستند معلومات کیونکر حاصل ہوئیں خصوصاً جبکہ برطانوی حکمران ہندستان کے گرد حصار کھینچ کر اسے ساری دنیا سے الگ کرنے پر تلے ہوئے تھے، نئے روس کے خلاف انہوں نے زہریلا جھوٹا پرچار کر رکھا تھا اور ہندستان پر بالشویک حملے کا ہوا کھڑا کر رکھا تھا؟

ان برطانوی کوششوں کا اثر الٹا ہوا۔ ان کی بدولت ہندستانی انقلابیوں اور ترقی پسندوں کی اور ہمت بڑھی اور حوصلہ پیدا ہوا کہ مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور قربانیاں دیں تاکہ اس حصار کو توڑ کر نکل سکیں، بہتانوں اور جھوٹ کی دھجیاں بکھیر دیں اور لینن اور انقلاب روس کے متعلق صحیح معلومات ہندستان کے لوگوں کو فراہم کر سکیں۔

پہلی عالم گیر جنگ کے خاتمہ پر ہندستان میں انگریزوں کے جابرانہ قوانین کے خلاف مزدوروں کی بے ساختہ، اسٹرائکوں، کسانوں کی بے چینی اور عوامی مظاہروں کی لہر آئی ہوئی تھی جس کے بعد مہاتما گاندھی کی چلائی ہوئی سول نافرمانی

کی تحریک آئی۔ یہی وہ بیدار ہندستان تھا جو اپنی تحریکِ آزادی کے نئے، عوامی دور میں داخل ہو رہا تھا جس نے قدرتاً انقلاب روس اور اس کے رہنما لینن کو اپنی جدوجہد کا حلیف سمجھا۔

اس کی دو وجہیں تھیں۔ اولاً، اقوام کی خود ارادیت کے لئے صدر ولسن کے نعرے کے برخلاف، جس کا کوئی نتیجہ نہیں برآمد ہوا، انقلاب روس اور اس کے رہنما لینن نے اقوام کے حق خود ارادیت کے اصول پر عمل کیا جس کی صورت یہ تھی روس کی مظلوم اقوام کے سلسلہ میں انہوں نے اس اصول کو عملی جامہ پہنایا اور سامراجیوں کی مظلوم دیگر اقوام کی آزادی کی جدوجہد کی حمایت کی۔ دوسرے، ہندستان کی تحریکِ آزادی کا انقلابی اور سرگرم بازو یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون سا "خفیہ ہتھیار" تھا جس کی بدولت روس کے لوگ زار کی خود سر حکومت کا تختہ الٹ سکے، انہوں نے آزادی پائی اور سماجی ترقی کے راستہ پر بڑھنے کا اختیار حاصل کیا۔

ابتدائی مصنفوں نے، گرچہ وہ مارکسی یا کمیونسٹ نہیں تھے، روس کی کامیابی کے راز کے دو پہلوؤں کو سمجھا تھا جو ان کے نزدیک لینن کی تعلیمات کا نچوڑ تھا۔ اولاً وہ ایک ایسا سماج۔ سماجی نظام۔ قائم کرنا چاہتا تھا جس میں انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال ختم کر دیا گیا ہو۔ ایسا سماج جو انسانوں میں بھائی چارہ، مساوات اور تعاون پر قائم ہو اور دوسرے اس نے ایک ایسے دور کا آغاز کیا جس میں مزدور طبقہ اور محنت کش عوام اپنا مقام پہچانتے اور پاتے ہیں اور اس سماج کو بنانے کے لئے اپنی حکومت قائم کرتے ہیں۔

ان خیالات کا اظہار لینن اور انقلاب روس کے متعلق ابتدائی ہندستانی تحریروں میں جن میں بعض پر مصنف نے روشنی ڈالی اور تبصرہ کیا ہے، طرح طرح سے ہوا ہے۔ مثال کے لئے برکت اللہ نے جو دیریندر چٹوپادھیائے اور بھوپیندر ناتھ دت وغیرہ کے ساتھ پہلی عالم گیر جنگ کے دنوں میں بیرون ملک ہندستانی انقلابی کمیٹی کے رکن تھے، اپنی تحریروں میں موازنہ کر کے بتایا ہے کہ قوموں کی خود ارادیت کے متعلق صدر ولسن نے محض منافقانہ بیان دیا اور اس کے برعکس لینن نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ لوک مانیہ تلک ۱۹۱۸ء میں لندن میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی رائے تھی کہ انقلاب روس سے ہندستان کی تحریکِ آزادی کو بہت مدد ملے گی (اسکاٹ لینڈ یارڈ یعنی محکمہ جاسوسی کی خفیہ رپورٹ جس کی نقل بمبئی کے گورنر کے پاس بھیجی گئی تھی)۔ لوک مانیہ تلک نے بمبئی کے مزدوروں کے سامنے لندن جانے سے پہلے جو تقریریں کی تھیں ان میں ہندستانی سیاست میں مزدور طبقہ کی آئندہ اہمیت پر زور دیا تھا۔ چنانچہ کوئی تعجب نہیں کہ ان کے اخبار کیسری میں لینن کے متعلق پُر از معلومات مضامین ۱۹۱۸ء میں ہی شائع ہوئے تھے۔

مہاتما گاندھی نے جو لینن اور انقلاب روس کے خیالات سے سخت اختلاف رکھتے تھے، برطانیہ کے خود ساختہ "بالشویزم کے خطرے" کو ماننے سے انکار کر دیا تھا اور بعد میں انہوں نے لینن کو خراج تحسین بھی ادا کیا۔

لالہ لاجپت رائے اور بعد میں دیش بندھو چترنجن داس گپتا مزدور طبقہ کو منظم کرنے کی محض باتیں نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی ابتدائی کوششوں سے وابستہ تھے جس سے انگریزوں کو سخت ناراضگی تھی جس کا اظہار ان کی خفیہ رپورٹوں سے ہوتا ہے۔

سنگارا ویلو چیٹیار اور مرحوم ڈاکٹر امرت ڈانگے نے جن کی لینن سے متعلق ابتدائی تحریروں کا اقتباس مصنف نے دیا ہے،

سوشلزم کی تبلیغ اور مزدور طبقہ کی تنظیمیں قائم کرنے کے لئے عملی قدم اٹھائے اور کچھ اور لوگوں کے ساتھ وہ بھی اس ملک میں مزدور طبقہ اور کمیونسٹ تحریک کے ابتدائی بنا ڈالنے والوں میں ہوئے۔

مصنف نے باوجود اس دشواری کے کہ وہ ہندستان کی زبانوں سے ناواقف ہیں، انگریزی، ہندی، اردو، بنگلہ، مراٹھی، پنجابی، کنڑی اور تامل زبانوں میں لینن کے متعلق ابتدائی ہندستانی تحریروں کا شاندار اور سبق آموز ریویو پیش کیا ہے اور متعدد نئے واقعات پر روشنی ڈالی ہے۔

ابھی اس طرح کا بہت کام کرنا باقی ہے جسے خاص کر ہندستانی ریسرچ کارکنوں کو کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں بنگال میں کچھ اچھا کام کیا گیا ہے۔ مثلاً گوتم چٹوپادھیائے نے بنگلہ میں "انقلاب روس اور بنگال کی تحریک آزادی" لکھی۔ اس طرح کے کام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری قومی آزادی کی تحریک کے انقلابی حصہ میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ تحریک کی جڑیں بہت گہری ہیں اور یہ ان رجعت پرستوں کے خلاف جو دونوں میں خلیج ڈالنا چاہتے ہیں، جدوجہد کرنے کا ایک حربہ بن جاتی ہے۔

یکم اگست ۱۹۶۹ء

گنگا دھر ادھیکاری

لینن کے متعلق گاندھی جی کے خیالات

بالشویزم .... کا مقصد ذاتی ملکیت کے نظام کو مٹانا ہے۔ یہ تو بس معاشیات کے حلقہ میں بے ملکیتی کے اخلاقی آدرش کو عملی جامہ پہنانا ہے اور اگر لوگ اپنے آپ اس آدرش کو اختیار کر لیتے یا اگر انھیں پرامن طریقے سے سمجھا بجھا کر اسے قبول کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا تو پھر اس سے بہتر کوئی اور چیز نہیں ہوگی یہ میرا پختہ ایمان ہے کہ تشدد کی بنیاد پر کوئی پائیدار عمارت نہیں اٹھائی جا سکتی۔ بہر حال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بالشویک آدرش کے پیچھے بے شمار مردوں اور عورتوں کی نہایت پاکیزہ قربانی ہے جنھوں نے اس کی خاطر اپنا سب کچھ تج دیا ہے۔ ایک ایسا آدرش جسے لینن جیسے مہاتماؤں کی قربانی نے تقدس عطا کیا ہو رائگاں نہیں جا سکتا۔ ان کی قربانی کی اعلیٰ مثال ہمیشہ درخشاں رہے گی اور جیوں جیوں وقت گزرتا جائے گا اس آدرش کو پاکیزہ بناتی رہے گی۔

ینگ انڈیا، ۱۵ر نومبر ۱۹۲۸ء

☆ ☆ ☆

میں خود لینن ہوں

"کرۂ ارض کے ہر گوشہ میں
لینن کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے...
لینن آج میرے خون میں رواں ہے
بےچارگی کا کوئی قرض مجھ پر باقی نہیں رہا
بغاوت میرے دل میں موج زن ہے
ایسا محسوس ہوتا ہے گویا
میں خود لینن ہوں"

یہ گیت سوکانت بھٹاچاریہ نے ۱۷ برس کی عمر میں ۱۹۴۳ء میں تالن گراد کے معرکے کے کچھ ہی دنوں بعد گایا تھا۔ اس کے ۴ برس بعد یعنی ۱۹۴۷ء میں یہ ہونہار بنگالی شاعر چل بسا۔

☆ ☆ ☆

جیسے کھلی آنکھ

اپنی ابدی خوابگاہ میں تم خاموش پڑے ہو
خوشبودار مسالہ میں محفوظ — مگر تم ہمارے آئندہ پلانوں اور جدولوں میں
ایک فیصلہ کن عنصر ہو۔ تم کبھی مر نہیں سکتے
تم جو ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ ہو

کامریڈ لینن! کون کہتا ہے تم سو رہے ہو
تم ہر جگہ موجود ہو، بیدار —
تمھاری خاطر عظیم تعمیریں ہوتی ہیں
زندگی ہر طرف نئے قالب میں ڈھالی جا رہی ہے
تمھاری ہدایتوں پر عمل ہو رہا ہے —
چمن بندی، دیہاتوں میں بجلی کے قمقمے
تمھارے خواب کی تعبیریں، عظیم پن بجلی گھر —
تم ہر جگہ موجود ہو، بیدار
اسپاسکی کی بلندی پر سرخ ستارہ یوں چمکتا ہے جیسے کھلی آنکھ
تمھاری قوم کی زندگی اور ترقی کو دیکھ رہی ہو

— ہریندر ناتھ چٹو پادھیا کی ایک انگریزی نظم سے اقتباس

۱

تمہید

قیدی نے آہستہ آہستہ کتاب سے آنکھیں اٹھائیں اور جنگلہ دار کھڑکی کی طرف دیکھا۔
"وہ اب آتے ہی ہوں گے،" اس نے سوچا "لگتا ہے میں یہ کتاب ختم نہیں کر پاؤں گا... لینن... کیا آدمی تھا! بڑوں میں سب سے بڑا...."

اس نے کتاب پر نظر ڈالی۔ اس کے سرورق سے دو مہربان، درخشاں آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔ لگتا تھا وہ اس کے دل میں بیٹھی جا رہی ہیں، اس کی گہرائیوں تک اتر گئی ہیں۔ اس کے لب، ایسا معلوم ہوتا تھا، کسی نئی بات کا انکشاف کرنے والے ہیں....

قید خانہ کا بڑا آہنی دروازہ چرمراہٹ کے ساتھ کھلا جس سے وہ اپنے تصورات کی دنیا سے نکل آیا۔

"سردار جی تیار ہو جاؤ، تمہاری پھانسی کا حکم آگیا،" ایک انگریز افسر نے کوٹھری میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

دو سپاہی خاموشی سے آ کر دروازے کے پاس کھڑے ہو گئے۔

کوئی دو برس پہلے میں بجے کمار سنہا کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء کی بات ہے۔ وہ مجھے ہندستان کے انقلابی اور قومی ہیرو سردار بھگت سنگھ کی آخری گھڑیوں کے واقعات سنا رہے تھے۔ بجے کمار

بھگت سنگھ کے دوست اور ان کے پیرو تھے ۔ وہ خود بھی لاہور مقدمۂ سازش میں ملزم اور اپنے دوست کے ساتھ کٹہرے میں حاضر تھے ۔

بجئے کمار نے مجھے بتایا کہ پھانسی کے دن، اپنی موت سے ٹھیک پہلے بھگت سنگھ لینن کا مطالعہ کر رہے تھے ۔

لیکن کتاب کون سی تھی ؟ اس وسیع ملک میں جہاں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی ہیں لینن پر سب سے پہلی کتاب کب شائع ہوئی ؟

یہ اور اسی طرح کے متعدد سوالات میرے دماغ میں چکر کاٹتے رہے اور مجھے انھوں نے ایک نئے کام کی راہ پر لگا دیا ۔

میں یہ نہیں کہوں گا کہ ان کا جواب دینے کی میری کوشش کامیاب ہوئی ۔ لیکن وہ کارگر ضرور ہوئی ۔ شروع سے لینن پر تمام مطبوعات کا پتہ لگانا کوئی آسان نہیں ۔ لیکن اس کام کو کرنے کی کوشش میں مجھے کیا ملا، یہ آئندہ صفحات میں بتایا گیا ہے ۔

۲

ابتدائی تحریریں

لینن کے دو مختصر سوانح روس میں پہلی مرتبہ مئی ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئے۔ اخبار سولد تسکایا پراودا
(فوجیوں کا سچ) مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۱۷ء میں ن۔ک۔کروپسکایا کا ایک مضمون چھپا جس کا عنوان تھا "سوشل ڈیموکریٹک
پارٹی کی تاریخ کے چند صفحے"۔ اس مضمون میں ان حالات کی کچھ تفصیل بتائی گئی تھی جن میں لینن کی سرکردگی میں
سیاسی مہاجرین کی ایک جماعت سوئٹزرلینڈ سے جرمنی کے راستے روس واپس آئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد
۲۶ مئی ۱۹۱۷ء کو ماسکو کے بالشویک جریدہ سوشیل ڈیموکریٹ میں م۔س۔ اُلمانسکی کا ایک مضمون "کامریڈ
لینن۔۔۔" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کا مقصد روس کے عام فوجیوں اور مزدوروں کو لینن کی زندگی
اور انقلابی سرگرمیوں سے واقف کرانا نیز بالشویک پارٹی اور اس کے رہنما کے خلاف انقلاب دشمن اخباروں
کے الزامات اور بہتانوں کی تردید کرنی تھی۔

عوام کے دشمنوں کے ترکش میں جتنے تیر ہیں ان میں بہتان پھیلانے کی اہمیت کچھ کم نہیں۔ جیسا کہ
لینن نے پہلی عالمگیر جنگ کے قبل کہا تھا جب مزدوروں پر بورژوا طبقہ کا نظریاتی اثر کم ہونے لگتا ہے تو وہ
ہر جگہ اور ہمیشہ ہر طرح کے جھوٹ اور بہتان سے کام لیتے ہیں۔

ن۔ک۔کروپسکایا اور م۔س۔ المانسکی کے مضامین میں ہی پہلے پہل ولادیمیر ایلیچ لینن کے
تاریخ حیات پیش کئے گئے تھے۔ ازوستیا مورخہ ۶ جون ۱۹۶۷ء کے قول کے مطابق انھیں ملک میں کثرت
سے چھاپا گیا۔ انقلابی روس کے مزدور اور کسان، اس عظیم انقلاب کے معمار لینن کے متعلق زیادہ سے زیادہ
معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔

مگر لینن کے متعلق زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی خواہش ساری دنیا کے محنت کشوں میں تھی۔ ان کے لئے لینن کا نام آزادی اور ترقی، استحصال اور استعماری غلامی سے نجات کی علامت بن گیا تھا۔ ایشیا، یورپ، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ملکوں میں سامراج کے بھاڑے کے ٹٹوؤں نے ان کی صورت کو بگاڑنے کے لئے کتنی ہی گیلن سیاہی خرچ کر دی لیکن بہتانوں اور جھوٹ کا یہ سارا طومار بھی انقلاب کے اس غیر معمولی رہنما کے دامن کو داغدار نہیں کر سکا۔

ہندستان میں لینن کے متعلق بہت کم باتیں معلوم تھیں اور ان میں تضاد تھا۔ برطانوی سنسر کا محکمہ پوری کوشش کر رہا تھا کہ روس کے متعلق، دنیا کی پہلی سوشلسٹ ریاست میں عہد آفریں تبدیلیوں کے متعلق سچی باتیں لوگوں کو معلوم نہیں ہونے پائیں۔ اس کے برعکس اس کے پروپگنڈہ کے تمام وسائل کا سارا زور اس پر لگایا جا رہا تھا کہ سوویت روس اور اس کے رہنما لینن کے متعلق طرح طرح کی من گھڑت اور جھوٹی باتیں پھیلائی جائیں۔ مثال کے طور پر محکمہ داخلہ کی ۱۹۲۲ء کی فائلیں جو ہندستان کے قومی آرکائیوز میں محفوظ ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت ہند کے محکمہ داخلہ کی ہدایت کے مطابق برطانوی سوشلسٹ پارٹی کی تمام مطبوعات اور تمام کمیونسٹ مطبوعات پر ممانعت لگا دی گئی تھی۔ ہندستان میں جنگی کے سبھی دفاتر کو ۶ نومبر ۱۹۲۰ء کو یہ سرکاری ہدایت جاری کر دی گئی تھی کہ برٹش کمیونسٹ پارٹی کی تمام مطبوعات جو انگلستان میں شائع ہوتی ہوں، فوراً ضبط کر لی جائیں۔ ۲۲ اپریل ۱۹۲۲ء کو اس میں یہ اضافہ کیا گیا کہ تمام کمیونسٹ پارٹیوں کی مطبوعات بلا استثنا خواہ وہ انگلستان میں شائع ہوئی ہوں یا دنیا کے کسی دوسرے حصّہ میں، ہندستان میں نہیں آنے دی جائیں۔ کمیونسٹ ریویو، کمیونسٹ ڈیلی، کمیونسٹ انٹرنیشنل جیسے جریدے نیویارک کا اخبار ری پبلکین ہندستان، رسالہ انٹرنیشنل پریس کرسپانڈنس وغیرہ کا ہندستان میں داخلہ سختی سے ممنوع تھا۔

پورے ہندستان میں خاص چوکیاں اور ناکے قائم کئے گئے تھے جنھیں ہدایت تھی کہ ممنوعہ کتابیں اور رسالے فوراً ضبط کر لئے جائیں اور مشتبہ افراد کو گرفتار کر لیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ بہت کم لوگ سوویت یونین جا سکے اور جو گئے انھیں نہایت شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں جانے سے زیادہ مشکل واپس آنا، استعماری جھڑتی چوکیوں سے گزر جانا اور اپنے ملک کے لوگوں کو آنکھوں دیکھی سچی باتیں بتانا تھا۔ امریکہ کے لنکن اسٹیفنس نے جو سوویت حکومت کے ابتدائی دنوں میں روس گئے تھے، کہا کہ "میں نے مستقبل کو دیکھ لیا ہے۔ وہ کامیاب ہے"۔ مشہور ہندستانی ادیب گوپال ہلدار نے لکھا: "ہم ہندستانیوں کے لئے یہ تجربہ حاصل کرنا ممکن نہیں تھا تاہم ہمیں احساس تھا کہ ہمارے قدم اس مستقبل کی طرف بڑھ رہے ہیں حالانکہ ایسا لگتا تھا کہ ہمارا ماضی ہمارے حال سے جو سامنے تھا ہمیں پیچھے کھینچ رہا ہے۔ ہم پرندوں کی مانند تھے جو صبح کی راہ دیکھ رہے تھے، ۱۹۰۵ء کے بعد ہی سے۔ اور جب ۱۹۱۷ء میں وسطی ایشیا میں اس صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو امید و انتظار میں ہمارے پر پھڑپھڑانے لگے۔"

خارجہ اور سیاسی محکمہ کی جنوری ۱۹۲۰ء کی فائلوں کے مطابق ایک بڑے انگریز افسر نے اپنے ایک سرکاری مراسلہ میں لکھا کہ "ہندستانی اخباروں نے ٹائمز اور دیگر برطانوی اخبارات سے بالشویکوں کے مظالم کی داستانیں بہت شائع کی ہیں اور اب یہ موضوع کسی قدر باسی ہوگیا ہے۔" اس کی تجویز تھی کہ "نیٹیو" لوگوں سے ہندستانی زبانوں میں سوویت یونین کے خلاف مضامین لکھوائے جائیں اور مقامی اخبارات میں شائع کرائے جائیں تو اس کا اثر زیادہ ہوگا۔

دوسرے انگریز افسر نے اس کے جواب میں لکھا کہ "مجھے افسوس ہے کہ میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرسکتا کہ اخباروں میں بالشویکوں کے مظالم کی داستانیں اب باسی ہونے لگی ہیں۔ میں لارڈ نفسر کے اس عالیہ قول سے متفق ہوں کہ " بار بار لکھنا ہی صحافت کی جان ہے، کسی خیال کو مستقل طور پر بار بار دہراتے رہنے سے ہی اسے پڑھنے والوں کے ذہن نشین کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کل کانفرنس میں کہا تھا ہندستان اور مشرقِ وسطیٰ کے لوگوں کے دلوں میں روس سے نفرت پیدا ہوئی تھی تو اس کی وجہ اور باتوں سے زیادہ یہ تھی کہ انگریزی اخبارات میں روسی حکومت کی ناانصافیوں کا بار بار اعادہ کیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں جب ہم نے اس کو اپنا حلیف بنایا تو یہ نفرت ہمارے لئے ہی مصیبت بن گئی۔ فارسی، عربی اور اردو (نیز ہندی) اخبارات میں مضامین ضرور شائع کیجئے لیکن انگریزی اخبارات میں بھی دن رات ان باتوں کا اعادہ کرتے رہیئے۔"

بالشویک ہوّا

اکتوبر انقلاب کے بارے میں سچائی کو دبانے اور جھوٹ اور بہتان پھیلانے کے خفیہ برطانوی فیصلوں کا علم ان دنوں کبھی کبھی ہندستانی اخبارات کو بھی ہو جاتا تھا۔ دہلی میں نیشنل آرکائیوز (قومی محافظ خانہ) کی پرانی دستاویزات کے مطالعہ کے دوران مجھے رسالہ سوراج مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء کا ایک دلچسپ تبصرہ ملا جو بمبئی پریزیڈنسی کے اخبارات کی نسبت محکمہ جاسوسی کی خفیہ رپورٹوں میں درج تھا۔ وہ تبصرہ یہ ہے:

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہند نے بالشویزم کو شکست دینے کے لئے نو ہزار پاؤنڈ سالانہ کے خرچ پر ایک نیا محکمہ قائم کیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ وہ اعتدال پسند حضرات اور پسماندہ جماعتوں کے رہنما بھی جو آج کل عدم تعاون کی مخالفت کر رہے ہیں، اس رقم میں حصہ دار ہوں گے۔ لیکن یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ سرکاری خزانہ کی رقم اگر حکومت اس طرح ضائع کر رہی ہے تو سخت غلطی کر رہی ہے۔ اگر حکومت واقعی یہ چاہتی ہے کہ اس ملک میں بالشویزم کے قدم نہ جمیں تو اسے اپنے وعدے پورے کرنے چاہئیں۔ صرف اسی حالت میں بالشویزم کے اس ملک میں پھیلنے کا کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ ۹ ہزار پاؤنڈ کی رقم اور نہ خوشامدیوں کی حرکتیں اس کام کو پورا کرسکتی ہیں۔"

برطانوی حکومت نے ہندستان کے لوگوں کی آزادی کی بار بار ابھرنے والی جدوجہد کی روک تھام کرنے اور اسے دبانے کی غرض سے ہی بالشویزم کا ہوّا کھڑا کیا اور افغانستان کے راستے بالشویک حملہ کے جھوٹے خطرے کا پرچار کیا

سامراجی حکمتِ عملی پر مندرجہ ذیل تبصرہ نہایت دوررس اور بصیرت افروز ہے۔ یہ ۱۹ نومبر ۱۹۲۰ء کے صیرپود خاص گزٹ میں شائع ہوا تھا۔ اس کا اقتباس بھی بمبئی پریزیڈنسی کے اخبارات کی نسبت محکمہ جاسوسی کی خفیہ رپورٹ میں دیا ہوا ہے۔

" عدم تعاون کی تحریک نے حکومت کی نیند حرام کر رکھی ہے اور چونکہ یہ توقع کرنا فضول ہے کہ حکومت اس کے اسباب کو رفع کرے گی، اس لئے قرین قیاس یہ ہے کہ حکومت اس کو دبانے کے لئے دوسرے طریقے اختیار کرے گی۔ اسی کے ساتھ حکومت کی طرف سے اس ملک میں جوابی پروپگنڈہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جو سرکاری ترجمان اس وقت مصروف کار ہیں وہ لوگوں کو اس ملک میں بالشویزم کے ہوّا سے ڈرا رہے ہیں۔ 'سچائی' کا کہنا ہے کہ ملک کی موجودہ معاشی حالت کی بدولت بالشویزم کو ہندستان میں موافق زمین ملے گی۔... حکومت بندوقوں اور سنگینوں کے بل پر بالشویزم کو دبانا چاہتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ مزید فوجی اخراجات کی بدولت ملک کا افلاس اور بڑھے گا اور معاشی حالات اور خراب ہوں گے یعنی وہی صورت حال ہوگی جس سے بالشویزم پیدا ہوتا ہے....

" کہا گیا ہے کہ بالشویزم کے ہندستانی ایلچی کسی وقت بھی آکر ملک میں خلل پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ ایک نئی صورت میں حکومت کی پرانی چال کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایک سو برس سے زیادہ عرصہ سے افغانستان یا روس کے حملہ کے خیالی خطرے کے مدنظر ہندستان کو ایک بڑی فوج رکھنے پر مجبور کیا گیا ہے حالانکہ اصل مقصد ایشیا میں برطانیہ کا اثر بڑھانا ہے۔"

" اب جبکہ لوگوں نے اس کارروائی کے خلاف احتجاج کیا ہے تو فوج کو قائم رکھنے کے حیلہ کے طور پر بالشویک حملہ کا خطرہ آسانی سے کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اس وقت عدم تعاون کی تحریک دولت مندوں سے اپیل کر رہی ہے کہ حکومت سے تعاون نہیں کریں اور قوم پرست لوگ عوام کو بیدار کر رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی بات بھی حکومت کو پسند نہیں ہے انہیں علانیہ دبانے کے بجائے حکومت نے بالشویک حملے کا ہوّا کھڑا کیا ہے۔ یہ بعید نہیں ہے کہ ان دونوں تحریکوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو بالشویکوں کا دوست قرار دیا جائے گا جو ملک میں بالشویزم پھیلا رہے ہیں اور ان پر سختی کی جائے گی تاکہ وہ جو سیاسی کام کر رہے اسے بند کر دیا جائے۔ یہ خطرہ سامنے ہے جس سے اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں دونوں کو ہوشیار رہنا چاہئے۔"

محاصرہ کے باوجود سوویت یونین کے متعلق صحیح معلومات ہندستان پہنچیں۔ ۲۸ نومبر ۱۹۱۷ء کو ہی تامل شاعر سبرامینئم بھارتی نے تامل اخباروں میں لکھا تھا کہ روس میں ذاتی ملکیت مٹا دی گئی ہے اور وہ پوری قوم کی ملکیت بن گئی ہے۔ انھوں نے لکھا کہ "روس کی سوشلسٹ پارٹی نے لینن کی رہنمائی میں" اپنا نصب العین حاصل کر لیا ہے۔ انھوں نے تلقین کی کہ "دنیا کے لوگوں میں مساوات کی بنیاد پر" دولت کی تقسیم کا طریقہ رائج ہونا چاہئے۔ بعد میں ان کے مضامین کا مجموعہ مضامین بھارتی کے نام سے شائع ہوا۔ بھارتی ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے ہندستان میں سب سے پہلے لینن کا نام لیا اور بتایا کہ وہ سوویت روس کے محنت کش عوام کے رہنما ہیں جن کی رہنمائی میں اس ملک میں عظیم الشان تبدیلیاں ہو رہی ہیں"۔ روس میں جو کچھ ہو رہا ہے" انھوں نے لکھا "اسے کمیونزم کہتے ہیں"۔

سوویت ماہر علم الہند پ۔ شاشتسکو نے یہ پتہ لگایا ہے کہ ۱۰ جنوری ۱۹۱۸ء کو جب اس واقعہ کو جب جہاز ارورا نے اپنے تاریخی گولے چھوڑے تھے، تقریباً دو مہینے ہوئے تھے، الہ آباد کے اخبار لیڈر نے "لینن، انسان اور اس کے مقاصد" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا۔ اس مضمون میں اس افواہ کی تردید کی گئی تھی کہ لینن جرمن یہودی اور جرمن جاسوس تھا۔ لیڈر نے لکھا کہ "لینن ایک معزز روسی فرزند ہیں اور ان کا اصل نام الیانوف ہے۔ ان کی پرورش اپنے وطن میں ہوئی....اپنے گردوپیش کے کسانوں سے ان کی دوستی ہوگئی اور انھوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ ان کی حالت سدھارنے کے لئے وہ کچھ ضرور کریں گے۔"

لیڈر نے مزید لکھا کہ "لینن امن پسند ہیں یہ صحیح ہے لیکن اس کی کوئی شہادت نہیں کہ وہ علیحدہ صلح کے خواہاں ہیں اور انھوں نے سوویت میں اس الزام کی شدت سے تردید کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جنگ خون پینے والے تاجدار، سرمایہ دار اور درمیانی طبقہ کے لوگ خود اپنی غرض پوری کرنے کے لئے چھیڑتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ لوگ ہر ملک میں ہی برے ہوتے ہیں۔ کرنسکی سے ان کا اصل جھگڑا یہی تھا کہ وہ سوشل انقلابی مصالحت پر، ملی جلی حکومت بنانے پر مصر تھا۔ لینن نے بورژوا لوگوں سے کوئی سروکار رکھنے سے قطعی انکار کر دیا۔ ان کی رائے میں جنگ میں حصہ لینے والے سبھی ملکوں میں مزدور طبقہ اتنا ہی بھلا اور امن پسند ہے جتنا اوپری طبقے کے لوگ خراب اور جنگجو ہیں۔

"ان کا مقصد عام صلح ہے جس کی بنیاد اس اصول پر ہوگی جو جرمنی کے لئے کافی ناپسندیدہ ہے کہ نہ کسی کے علاقے پر قبضہ کیا جائے، نہ کسی سے تاوان جنگ لیا جائے اور تمام قوموں کو خود ارادیت کا حق حاصل ہو۔ وہ غالباً اسی طرح کی کوئی تجویز پیش کریں گے اور صرف اسی صورت میں کہ اتحادی ان کے اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیں اور وسطی طاقتیں مان لیں یعنی تمام بیرونی علاقہ کو خالی کرنے پر راضی ہو جائیں جن پر انہوں نے جنگ شروع ہونے کے بعد سے قبضہ کر لیا ہے، وہ ان سے علیحدہ صلح پر آمادہ ہوں گے۔

"روس کی فوج اور عام لوگوں پر ان کے زبردست اثر کی وجہ ان کی یہ پالیسی ہے کہ امرا کی زمینیں کسانوں کو دی جائیں۔ اگر کادت نے، کرنسکی نے لیت ولعل سے کام لینے اور مدتوں سے ملتوی آئین ساز اسمبلی کا انتظار کرنے کے بجائے اس اصول کو مان لیا ہوتا تو شاید آج وہ برسر اقتدار ہوتے۔ اگر لینن کامیاب ہوئے تو نومبر انقلاب کے مقابلہ میں فروری انقلاب کی اہلیت ماند پڑ جائے گی کیونکہ ان کی کامیابی کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اوپری اور درمیانی طبقوں کا خاتمہ ہو جائے اور عام لوگوں کی مکمل فتح ہوگی۔"

اکتوبر انقلاب کے تین مہینے بعد ۲۹ جنوری ۱۹۱۸ء کو اخبار کیسری نے جو پونا سے ہندستان کے نامور رہنما اور محب وطن بال گنگا دھر تلک کی ادارت میں شائع ہوتا تھا ایک نہایت پراز معلومات مضمون "روسی رہنما لینن" کے عنوان سے شائع کیا۔ یہ مضمون خود تلک نے لکھا تھا۔ مضمون کے ساتھ ایک ادارتی نوٹ تھا جو س گ سار دیسائی کی کتاب ہندستان اور انقلاب روس کے بموجب یوں تھا:

"ہم لینن کی زندگی کے اہم واقعات شائع کر رہے ہیں کیونکہ شرارت انگیز پروپگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ روس کا عوامی رہنما لینن کسی جرمن یہودی کا بیٹا ہے اور جرمن حکومت سے اس نے رشوت لی ہے لینن پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ روس کے لوگوں میں جو اتحادیوں کے وفادار ہیں، بے چینی پھیلا رہا ہے۔" اس سوانح حیات میں لینن کے متعلق صحیح باتیں دی گئی ہیں۔ اس کی اشاعت سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تلک اور ان کے پیرو لینن اور انقلاب روس کی نوعیت کے بارے میں انگریزوں کے جھوٹے جوابی پروپگنڈے کے باوجود صحیح واقفیت رکھتے تھے۔

اگست ۱۹۲۰ء میں کلکتہ کے اخبار امرت بازار پتریکا نے اس اعتراض کا کہ لینن کی حکومت عیسائی حکومت نہیں ہے، جواب لکھا۔

لائڈ جارج نے برطانوی دارالعلوم میں بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ لینن کی نئی روسی حکومت عیسائی نہیں ہے۔ اس کے جواب میں امرت بازار پتریکا نے لینن کو "ایک عظیم دانشور" بتایا اور ۱۷ اگست ۱۹۲۰ء کے اداریہ میں لکھا:

"کیا یورپ میں کوئی حکومت بھی ایسی ہے جو عیسائی ہو؟ اس میں شک نہیں وہ عیسائیت کا دم بھرتے ہیں لیکن بسا اوقات ان کی حرکتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کے بانی کو جتنی بے رحمی سے ان کے سفید فام پیرو ہر سال پھانسی کے تختے پر چڑھاتے ہیں اس طرح اور کوئی نہیں کرتا۔ سچ تو یہ ہے کہ بے چارے حضرت عیسیٰ یا یوں کہا جائے کہ خود خدا کو یورپ میں معزول کر دیا گیا ہے۔ وہاں لوگ اپنے خالق کی نہیں بلکہ سونے اور چاندی کی پرستش کرتے ہیں۔ آج مغرب میں جو آدرش چھایا ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک کمزور پڑوسی کو کس طرح لوٹیں اور غلام بنائیں اور اس کے ذریعہ خود موٹے بنیں۔ اگر سوویت حکومت عیسائی نہیں ہے تو وہ بڑے اچھے لوگوں کی سنگت میں ہے اور اس سے مسٹر لائڈ جارج کو حیرانی نہیں ہونی چاہئے جیسی کہ بظاہر ان کو ہوئی ہے۔

"واقعہ یہ ہے کہ دو برس پہلے کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں ہوگا کہ روس کی افراتفری سے سوویت کی طرح کی حکومت نمودار ہوگی۔ سوویت حکومت نہ صرف یہ کہ اتنی ہی طاقت ور ہے جتنی یورپ کی کوئی اور حکومت بلکہ اس کے بعض اصولوں میں ان اصولوں سے زیادہ روشن خیالی ہے جن پر دنیا کی دوسری حکومتیں عمل کرتی ہیں۔"

سن بیس کے ابتدائی دہ سالہ میں اخبارات و رسائل میں مضامین کے علاوہ لینن کی زندگی اور کارناموں سے متعلق ہندستانی مصنفوں کی اپنی لکھی ہوئی کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ لیکن ان سبھوں میں ایک خامی موجود ہے۔ انھیں مارکسزم کا بخوبی علم نہیں اور محکومی کے حالات کی وجہ سے سوویت یونین کے متعلق صحیح معلومات نہیں ہیں۔ یہ کتابیں روس میں ہونے والے واقعات کا تشفی بخش تجزیہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ تاہم ہندستان کی سیاسی اور سماجی فکر کی تشکیل پر ان مطبوعات کا زبردست اثر پڑا اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے آج بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہی بات بڑی سیاسی اہمیت رکھتی ہے کہ ان تحریروں میں ایمان داری سے کوشش کی گئی ہے کہ اکتوبر انقلاب اور دنیا کے محنت کش عوام کے رہنما کی ایک متوازن تصویر پیش کی جائے۔

۳

انگریزی مطبوعات

لینن نے
مارکس نے
تیز چنگاریوں کے ذریعہ دنیا میں بھڑکایا
سُرخ شعلہ
ہر قوم کے قلب میں
نعرہ اور روح رواں
بین الاقوامی انقلاب کا
جوش و جہاد کا
بربادی اور تخلیق
موت اور حیات کا

ششی موہن بھایا
کی ایک انگریزی نظم سے ۱۹۴۲ء

لینن پر ہندستان میں شائع ہونے والی سب سے پہلی کتابوں میں نکولائی لینن، ان کی حیات اور کارنامے ہے۔ اس کے مصنف جنوبی ہندستان کے انقلابی گ۔ و۔ کرشنا راؤ تھے اور یہ مدراس سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی تھی۔

NICOLAI LENIN:
His Life and Work

BY

G. V. KRISHNA RAO

AUTHOR OF

"Count Leo Tolstoy: His Life and Work."

(Revised and Enlarged Edition)

GANESH & CO., MADRAS.

1921
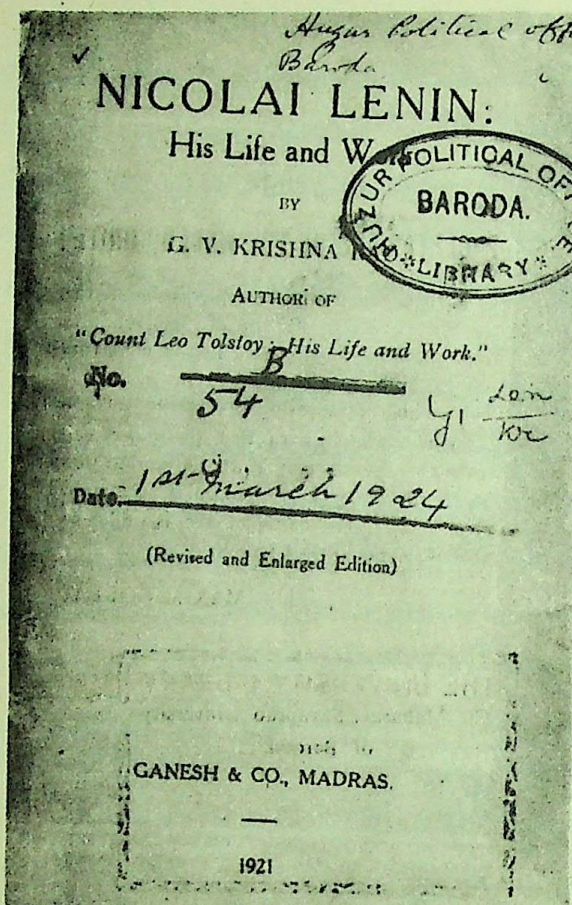
گ۔ و۔ کرشنا راؤ کی کتاب نکولائی لینن: ان کی حیات اور کارنامے کا سرورق۔ یہ کتاب مدراس میں ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی تھی۔

ایک سال بعد دو انگریز مصنفوں کی کتاب "نیا روس" انگریزی میں گ۔ و۔ کرشنا راؤ کے دیباچہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ دیباچہ میں کرشنا راؤ نے لکھا کہ چار برس پہلے، نومبر ۱۹۱۷ء کو ایک انہونی چیز ہوگئی۔ روس کے مزدوروں نے جو بالشویکوں کی کمیونسٹ پارٹی کی رہنمائی میں اور اس کے زیر اثر مزدوروں کی سوویتوں کی کل روسی کانگریس کے تحت منظم ہوئے تھے، اپنے آپ کو ملک کے حکمران ہونے کا اعلان کر دیا۔

کتاب میں روس کے اس زمانہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ روس، سامراجی ملکوں کی جارحیت کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ یہ سامراجی وہاں کی اندرونی انقلاب دشمنی کی حمایت کر رہے تھے۔ دیباچہ کے مصنف نے بتایا کہ ان وجہوں سے سوویت روس کو قحط اور بدامنی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ انہوں نے آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگرس کے جھریا اجلاس کی اس آواز کی حمایت کی کہ روس کے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے لئے ایک دن کی مزدوری چندہ میں دی جائے۔ آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگرس کے جھریا اجلاس نے جو دسمبر ۱۹۲۱ء میں منعقد ہوا تھا یہ تجویز غالباً "بین الاقوامی مزدور طبقہ

ریلیف تنظیم" کے نعرے پر پاس کی ہوگی۔

یہ دیباچہ کس نے لکھا تھا؟ کیا وہ ابھی زندہ ہیں؟ ہندستان کے قومی محافظ خانہ میں تفتیش کرنے پر اس شخص کے متعلق بہت سطحی واقفیت حاصل ہوسکی۔ مثلاً برطانوی سراغرسانی کے محکمہ کی فائلوں میں ایک "بالشویک اخبار" کا ذکر تھا جسے گ۔ کرشناراؤ مدراس سے سن بیس کے برسوں میں "نویوگ" کے نام سے نکالتے تھے۔ محکمہ داخلہ کی سیاسی دستاویزوں میں گ۔ کرشناراؤ اور یورپ کے ہندستانی انقلابی مہاجرین میں تعلق" کی بات کہی گئی تھی۔ مثال کے طور پر مشہور ہندستانی انقلابی چمپا کرمن پلے نے برلن سے ایک خط گ۔ و۔ کرشناراؤ کے نام گنٹور بھیجا تھا جس میں انہوں نے یہ بتایا تھا کہ جرمنی میں ہندستانی سیاسی مہاجرین نے جرمن پولس کے ذریعہ اپنے کمروں کی تلاشی اور اپنے کاغذات کی ضبطی کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ لیکن وہ سوال جوں کا توں رہ گیا۔

اور تب ایک دن میرے لئے تعجب اور خوشی کی بات ہوئی۔ میں ہند سوویت کلچرل سوسائٹی کا وہ بلوٹین دیکھ رہا تھا جس میں آندھرا پردیش میں سوسائٹی کی آٹھویں قومی کانفرنس کی روداد چھپی تھی۔ اس میں میں نے گوونڈراجو وینکٹ کرشناراؤ کا پیغام پڑھا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ "اکتوبر انقلاب کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر ہم سوویت روس کے رہنماؤں اور لوگوں کو اس کرہ ارض پر آزادی کے ایک نئے عہد کا آغاز کرنے کے لئے مبارک باد دیتے ہیں۔" تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی گ۔ و۔ کرشناراؤ ہیں جنہوں نے نیا دروس نامی کتاب کے دیباچہ میں یہ نعرہ دیا تھا کہ محنت

"نکولائی لینن، ان کی حیات اور کارنامے" کے دو اندرونی صفحات

NICOLAI LENIN

NICOLAI LENIN

FOREWORD

"*Two mighty men of action there be today Lenin and Gandhi. Lenin, an ascetic on the throne of Russia—Lenin an Idealist—Lenin a Practical Reformer—in an epoch of religious faith Lenin would have been uttered in Europe as a Saint; in both Lenin and Gandhi is the faith of the Idealist*"—*Prof. Vaswani.*

After a long and tedious struggle Russia smashed the autocracy of Nicholas Romanoff, the Czar of All Russias, and declared her independence on the 7th November, 1917. The day of Russian Independence and the Proclamation of the Socialist Federal Soviet Republic are events of first-rate magnitude which widen the intellectual horizon and moral purview of the humanity. Whatever might be the social and economic excesses which impeded the era of reconstruction, it should be noted that the Russian Revolution of 1917 set up a distinct mile-post in all human progress. The wonderful

کش عوام کی بین الاقوامی یک جہتی کے اظہار کے لئے وولگا علاقہ کے مصیبت زدہ لوگوں کی فوراً مدد کے لئے قدم اٹھایا جائے
لینن کے متعلق ہندستان میں جو اولین کتابیں لکھی گئی تھیں ان میں ایک کے مصنف وہ تھے۔ اس کتاب کے سرورق پر جسے
بڑودہ کی مہاراجہ سیاجی راؤ یونیورسٹی کے کتب خانہ نے نہایت مہربانی سے مجھے بھیج دیا تھا، لکھا تھا" ترمیم و اضافہ کے ساتھ نیا
اڈیشن"، یعنی اس سے پہلے بھی ایک اڈیشن چھپ چکا تھا۔

پہلے اڈیشن کے دیباچہ میں کرشنا راؤ نے لکھا تھا" ان صفحات میں میں اپنے ہندستانی بھائیوں کے سامنے روس
کے عظیم بالشویک رہنما کی پاکیزہ زندگی کے حالات پیش کر رہا ہوں" انہوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ کسی تحریک کے رہنما
اور ان کے خیالات سے واقفیت حاصل کرنا خود اس تحریک کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرنا ہے۔ جنوبی ہندستان کے
اس مصنف نے لکھا کہ" عالمی سرمایہ داری نے سمجھ بوجھ کر اور عمداً روس کے اس انقلابی رہنما کے متعلق جھوٹی باتیں اور تہمتیں
پھیلائی ہیں لیکن سچائی نے بالآخر دنیا کے سامنے ان پاکیزہ ارادوں اور اعلیٰ اصولوں کو منکشف کر دیا جن کی حمایت لینن کر
رہے تھے"۔ دوسرا اڈیشن ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے دیباچہ میں گ۔ و۔ کرشنا راؤ نے لکھا کہ انہوں نے اس کتاب میں" زارشاہی
کی مطلق العنانی کے خلاف روسیوں کی بہادرانہ جدوجہد" کے لئے زیادہ صفحات وقف کئے تھے اور اپنی کتاب میں ایک نیا باب
لینن اور گاندھی شامل کیا تھا۔ انہوں نے لکھا کہ" میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی اگر میرے ہندستانی بھائی اس کتاب
کو بغیر کسی تعصب کے پڑھیں اور اس کے عظیم ہیرو کے خیالات اور آدرشوں کو صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش کریں"۔

گ۔ و۔ کرشنا راؤ کی کتاب ۸۴ صفحوں کی تھی۔ پہلے حصہ میں لینن کی زندگی کے حالات اور ان کی انقلابی سرگرمیاں
بیان کی گئی ہیں اور ان کی بعض تصانیف کا ذکر ہے۔ اس میں بارہ ابواب ہیں۔ ضمیمہ (صفحہ ۵۲ تا ۸۴) میں لینن کی دو تصنیفوں
کے متن ہیں:" بورژوا جمہوریت اور پرولتاریہ کی آمریت"، اور" بالشویزم"۔ اول الذکر" برطانوی پریس" سے اور دوسری
نیویارک ھیرلڈ سے لی گئی تھی۔ اپنی کتاب کے پہلے باب میں کرشنا راؤ نے لکھا" اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ نوخیز
سوویت جمہوریہ کے راستے میں بڑی دشواریاں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اسے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں اور بھی مصائب
کا سامنا کرنا پڑے اور پسینہ کی جگہ خون بہانا پڑے۔ لیکن ماننا ہوگا کہ سلاو کی آزادی نے جدید عالم گیر فکر کا رخ موڑ دیا
ہے اور آنے والی صدیوں پر یقیناً اس کا گہرا اثر پڑے گا۔ اس نوخیز اور عظیم الشان قوم سے جو پاکیزہ انقلابی آدرش
سے سرشار ہے زندگی کے نئے سوتے پھوٹیں گے اور دنیا کے دوسرے حصّوں کو سیراب کریں گے اور تمام ملکوں کے
محنت کش مردوں اور عورتوں کے عقائد اور شعور کو مضبوط کریں گے تاکہ وہ ایک کمیونسٹ پرچم کے تلے متحد ہوں، جس
کے نیچے پہلی عظیم فتوحات حاصل ہو چکی ہیں۔ انقلاب روس نے دنیا کی دیوار پر سچ لکھا ہے کہ مطلق العنانی کے دن گئے"۔

نومبر ۱۹۱۷ میں انقلاب روس کی فتح اس کتاب کے مصنف کی نظر میں اس لئے بھی اہم تھی کہ وہ اس
آزادی کا اعلان تھا جس کا خواب ان کا اپنا وطن بھی دیکھ رہا تھا۔ انہی کے الفاظ میں" ۷ نومبر ۱۹۱۷ء کو روس نے
اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ روس کی آزادی اور سوشلسٹ وفاقی سوویت جمہوریہ کا اعلان بہتم بالشان واقعات

ہیں جن سے نوع انسان کا ذہنی افق اور دائرہ اخلاق وسیع ہوتا ہے.... روسی سوویت جمہوریہ کی حیرت انگیز تاریخ.... سچ پوچھو تو بکولائی لینن اور ان کے پاک نفس رفقائے کار کی حوصلہ پرور داستان حیات ہے جنہوں نے ثابت کر دکھایا کہ وہ کتنی اچھی مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔"

اس کتابچہ کے طرز تحریر، ان کی نپی تلی اور پرمغز باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ گ. و. کرشنا راؤ کے رفقا جو بدلیسوں میں رہتے تھے، ان کی کتاب کے لئے مسالہ بھیجنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس سے مصنف کی غیر معمولی سیاسی پختگی کا اظہار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مصنف نے پہلی عالم گیر جنگ کے دوران دوسری انٹرنیشنل کے رہنماؤں کی موقع پرستی اور غداری کی بے لاگ مذمت کی ہے اور تیسری کمیونسٹ انٹرنیشنل کے قیام کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ انہوں نے لکھا: "تیسری انٹرنیشنل ایک جاندار پارٹی بن گئی ہے جس کے رہنما لینن ہیں اور انٹرنیشنل ان تمام ایمان دار پرولتاریوں کو جو دنیا میں کمیونزم کی خاطر سرگرم ہیں اخلاقی امداد دے رہی ہے" (زور مصنف کا ہے)۔

چنانچہ اسی زمانہ میں گ. و. کرشنا راؤ نے کمیونزم اور لینن کے خلاف پھیلائے جانے والے جھوٹ کا قلع قمع کیا۔ مثلاً ایک الزام یہ لگایا جاتا تھا کہ لینن تشدد کی خاطر تشدد کرتے ہیں۔ کرشنا راؤ نے لکھا کہ "یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ لینن تشدد کی تلقین کرتے ہیں محض اس لئے وہ تشدد چاہتے ہیں۔ لینن کو تشدد سے اتنی ہی نفرت ہے جتنی گاندھی کو۔ لیکن اگر مطلق العنان بادشاہت تشدد کے طریقے استعمال کرتی ہے اور ان طریقوں سے کامیابی حاصل کرتی ہے، تو لینن انہی طریقوں سے اس کا جواب دینے اور انہی طریقوں کی مدد سے کامیابی حاصل کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ انہیں احساس ہے کہ وہ پرولتاریہ کی بہبودی کے لئے کوشاں ہیں اور وہ دنیا کے مزدوروں کی فلاح کے لئے اپنی زندگی بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

گ. و. کرشنا راؤ کے خیالات کی اہمیت میں آج بھی کوئی کمی نہیں ہوئی۔ کیونکہ رجعت پرست مصنفین آج بھی "کمیونسٹ تشدد" کے متعلق گندی اور جھوٹی تہمتیں لگانے سے باز نہیں آتے جس میں انہیں "مستقل انقلاب" کے بعض انتہائی انقلابی پرچارکوں سے بھی کم مدد نہیں ملتی۔

کرشنا راؤ نے آخر میں لکھا کہ "لینن کی زندگی اور کارنامے، اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا کے مزدور طبقہ کی فلاح و بہبود کی خاطر ان کے ایثار و قربانی سے ہم سبھوں کو فیضان حاصل کرنا چاہئے۔"

گ. و. کرشنا راؤ کی ایک اتنی ہی اہم خدمت لینن کے مقالہ "بورژوا جمہوریت اور پرولتاریہ کی آمریت" کی اشاعت تھی جو تیسری انٹرنیشنل کی پہلی کانگرس میں پیش کیا گیا تھا۔ اسی کے ساتھ انہوں نے لینن کا مضمون "بالشویزم" بھی شائع کیا۔ لینن کی پہلی تصنیف کے مختصر مقدمہ میں عالمی صورت حال کے لینینی تنقیدی تجزیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کرشنا راؤ نے لکھا کہ اس کتاب سے ان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو سرمایہ داری کے زہریلے چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں اور وہ یہ محسوس کریں گے کہ انہوں نے بنی نوع انسان کے مفاد سے غداری کی ہے۔
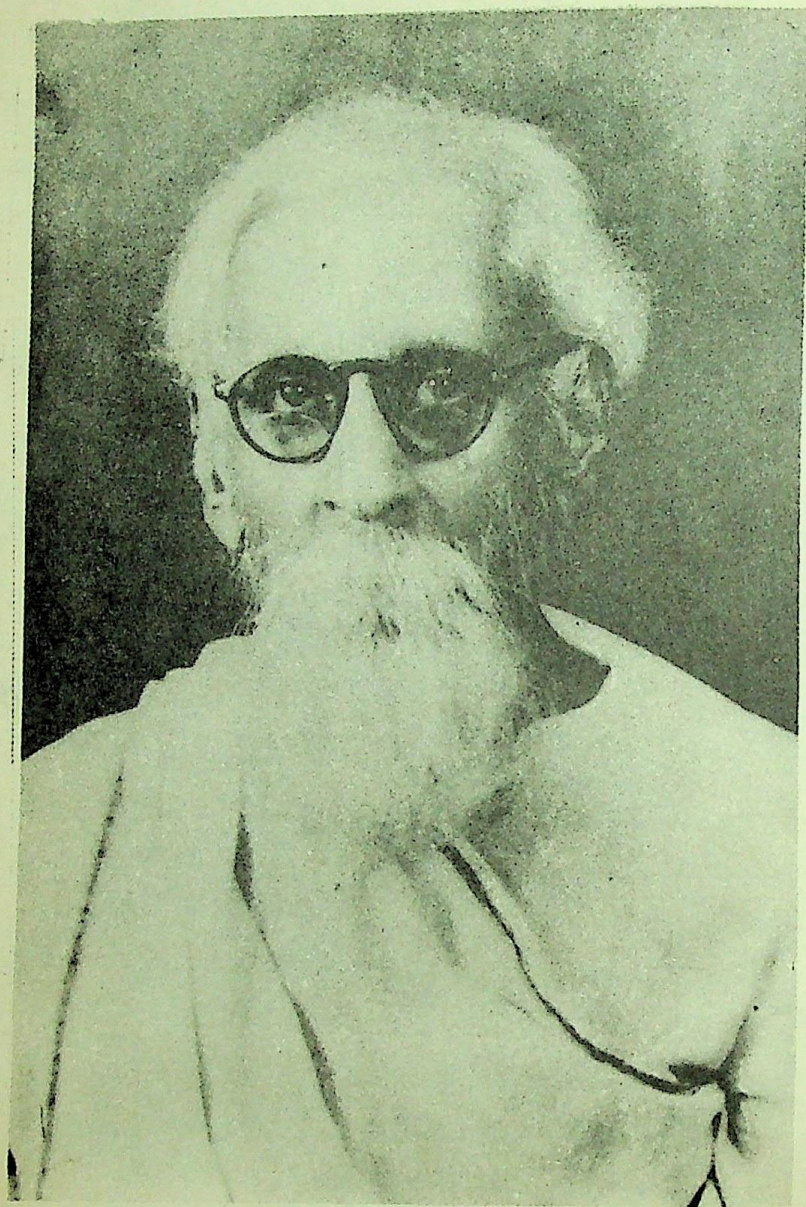
گ۔ و۔ کرشنا راؤ مصنف نکولائی لینن، ان کی حیات اور کارنامے' جو ۱۹۲۱ء میں مدراس سے شائع ہوئی تھی۔

ان کتابوں کی اشاعت لینن کے خیالات کو عام لوگوں تک پہنچانے کی ہندستان میں پہلی کوشش تھی۔
ہندستان کی قومی آزادی کی تحریک کے دشمن لینن کی تقریروں اور تحریروں کو بالکل نظرانداز نہیں کرسکتے تھے۔
انہوں نے ان کو پیش تو کیا مگر توڑ مروڑ کر اور ایسے تبصروں کے ساتھ جو برطانوی سراغرسانی کے محکمہ میں تیار کئے گئے تھے اور جن کے ساتھ روس میں "قتلِ عام" اور "جرائم" کے من گھڑت قصے بھی ہوا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ۱۹ جنوری ۱۹۲۰ء کے اخبار پائنیر (الٰہ آباد) نے لینن کی تصنیف "بہاؤ کے خلاف" پر اسی قسم کا تبصرہ شائع کیا۔ بہ ظاہر یہ کام محکمۂ سراغرسانی کی منظوری اور ایما کے بغیر نہیں کیا گیا تھا۔

لیکن ہندستانی محبان وطن لینن کے خیالات کو لوگوں تک پہنچانے کے آپ اپنے طریقے اختیار کر رہے تھے۔ مثلاً کلکتہ کے انگریزی ماہنامہ ماڈرن ریویو بابت اپریل ۱۹۲۲ میں کسی بیرونی حوالہ سے ایک خبر کے طور پر نئی اقتصادی پالیسی (ن اپ) کے متعلق لینن کی تقریر شائع ہوئی۔ اس کا عنوان تھا "نئے سوویت پروگرام کی نسبت لینن کی رائے"۔

۱۹۲۱ء میں یعنی جس سال گ۔ و۔ کرشنا راؤ نے لینن کے متعلق اپنی کتاب شائع کی، ایک اور کتاب گاندھی بہ مقابلہ لینن شائع ہوئی۔ اس کے مصنف ایک نوجوان سوشلسٹ سری پدامرت ڈانگے تھے۔ اس کتاب میں ان سماجی تبدیلیوں کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی تھی جو روس کے تاریخی واقعات اور اکتوبر انقلاب کی بدولت دنیا میں رونما ہو رہی تھیں اور ہندستان پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ مجھے ہندستان کی کمیونسٹ پارٹی کی قومی کونسل کے ایک ممبر ڈاکٹر گنگا دھر ادھیکاری کی عنایت سے اس کتاب کو پڑھنے کا موقع ملا ہے۔

جدید ہندستان کے مورخ کے لئے ڈانگے کی کتاب دلچسپی کا باعث ہے۔ یہ ایک اہم دستاویز ہے جس سے ہندستان میں سوشلسٹ خیالات کی ابتدائی منزل اور نشوونما کا پتہ چلتا ہے۔ بنگال اور ہندستان کے دوسرے حصوں کے جمہوری دانشوروں نیز برطانوی سامراجی انتظامیہ کے لوگوں نے اس کتاب کی طرف توجہ دی تھی۔ مثال کے طور پر ہندستان میں برطانوی محکمہ سراغرسانی کے حاکمِ اعلیٰ لفٹننٹ کرنل سیسل کیٹی نے اپنی خفیہ کتاب ہندستان میں کمیونزم میں جس پر دہلی ۱۹۲۴ کا سن درج ہے، ڈانگے کی کتاب کی اشاعت کا ذکر ہے اور جون ۱۹۲۲ء میں بمبئی کرانیکل میں اس پر جو تبصرہ شائع ہوا تھا اس کا بھی حوالہ دیا ہوا ہے۔

سراغرسانی کے محکمہ کی کڑی نظر اس ہندستانی انقلابی اور اس کے اخبار سوشلسٹ پر تھی جس کا اجرا اگست ۱۹۲۲ء میں بمبئی سے ہوا تھا۔ اس اخبار کو صحیح معنی میں اس ملک میں کمیونسٹ صحافت کا ہراول کہا جاسکتا ہے۔

ابھی حال میں جو باتیں معلوم ہوئی ہیں ان کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ بعض ہندستانی مطبوعات جن میں ڈانگے کی کتاب اور ان کا اخبار بھی شامل ہیں، ولادیمیر ایلیچ لینن کے علم میں تھے۔ کرنل کیٹی کی کتاب ہندوستان میں کمیونزم میں ہمیں مندرجہ ذیل عبارت ملتی ہے: "ڈانگے نے بہ ظاہر اپنے اخبار کی اشاعت کے بعد ہی اس کی کاپیاں رائے کو بھیجیں اور اس کا سلسلہ جاری رہا۔ رائے نے ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء کو اس کی رسید بھیجی اور ۱۱ نومبر کو (ماسکو سے) لکھا کہ ان کے اخبار اور
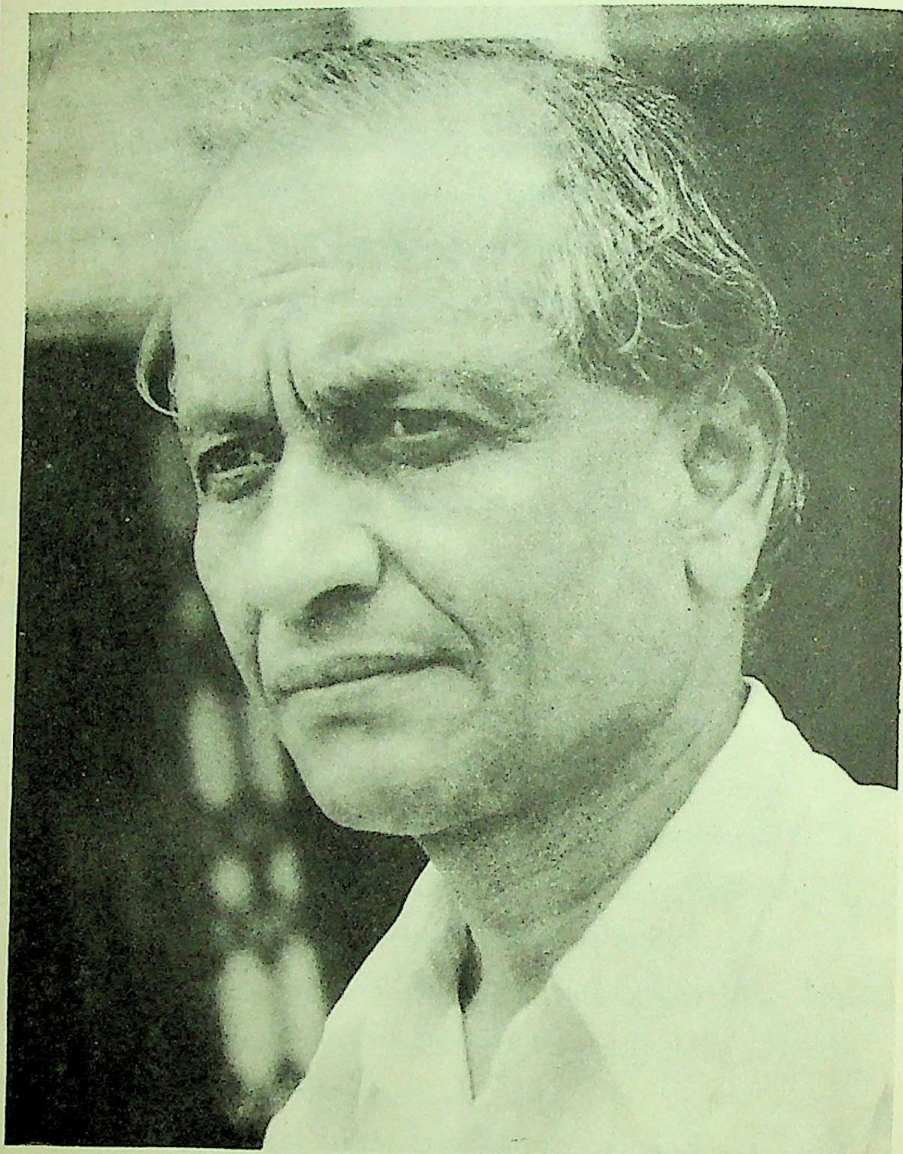
۱۹۲۲ء میں ہی سری پد امرت ڈانگے نے سوشلسٹ جاری کیا تھا جس کی
کاپیاں لینن کو ملی تھیں۔ (تصویر از ویریندر کمار)

ان کی کتاب (سوشلزم کی آمد نامی کتابچہ مصنفہ ڈانگے) کو "یہاں بہت پسند کیا گیا" اور کریملن میں جہاں کانگریس ہو رہی تھی اس کی نمائش کی گئی اور یہ بھی لکھا کہ "بڑے میاں (یعنی لینن) نے آپ کی کتاب میں بہت دلچسپی لی۔"

کیا سراغرسانی کے محکمہ کی اطلاع درست تھی؟ کیا ڈانگے نے تیسری کمیونسٹ انٹرنیشنل کے اجلاس کے دوران نمائش کے لئے اپنی کتابیں ماسکو بھیجی تھیں؟ میں نے یہ سوالات ہندستان کی کمیونسٹ پارٹی کے صدر کامریڈ ڈانگے سے کئے۔ ڈانگے نے ۲۰ مارچ ۱۹۶۹ء کو میرے خط کے جواب میں لکھا کہ "رائے نے مجھے جو خط بھیجا جس میں میری کتاب اور اخبار سے لینن کی دلچسپی کا حال تھا، مجھے ملا تھا۔ استغاثہ کی جانب سے ۱۹۲۴ء کے کانپور بالشویک مقدمہ میں جو چیزیں بطور ثبوت پیش کی گئی تھیں، ان میں وہ بھی شامل تھا۔ اب میرے پاس اس خط کی کوئی نقل موجود نہیں ہے۔

"کرنل کیئی نے اپنی رپورٹ میں جس کا حوالہ آپ نے دیا ہے، کتاب مذکور کا نام سوشلزم کی آمد دیا ہے۔ یہ کتابچہ میرا لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں طبع ہوئی تھی اور اس کے مصنف کا نام لوسین دیا ہوا تھا۔ میں نے اسے ہندستان میں شائع کیا اور متعدد دیگر کتابوں کے ساتھ جو یہاں دوبارہ طبع ہوئی تھیں سوشلسٹ میں اس کا اشتہار دیا۔ کرنل کیئی نے اپنی رپورٹ میں غلط لکھا ہے۔ رائے نے میری جس کتاب کا ذکر کیا تھا اس کا نام تھا گاندھی بمقابلہ لینن۔"

آگے چل کر ہندستان میں لینن کے متعلق بہتیری کتابیں وغیرہ شائع ہوئیں۔ انھیں میں لیبر کسان گزٹ تھا جو مدراس سے ۲۴-۱۹۲۳ء میں سنگارا ویلو کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔

اس گزٹ کا ایک اقتباس یہ ہے:

"اس دن ایک نئی دنیا نے جنم لیا۔" یہ زار کے قدیم محل کریملن میں اس 'مختصر انسان' کے الفاظ تھے اور دن ۷ نومبر ۱۹۱۷ء کا دن تھا۔ وہ مختصر انسان جس نے اس دن کو دنیا کی تاریخ میں یادگار بنا دیا، ولادیمیر ایلیچ اولیانوف تھا جو نکولائی لینن کے نام سے مشہور ہے۔ وہ ۱۰ اپریل ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوا تھا۔"

اس اقتباس میں مورخ کو کئی غلطیاں نظر آئیں گی۔ لینن کی تاریخ پیدائش غلط دی گئی ہے۔ لینن ۱۰ اپریل کو نہیں ۲۲ اپریل کو پیدا ہوئے تھے۔ لینن کا نام بھی غلط دیا ہوا ہے گرچہ ان کی بعض ابتدائی تصانیف نکولائی لینن کے قلمی نام سے شائع ہوئی تھیں۔

یہ اقتباس ۳۱ جنوری ۱۹۲۴ء کے لیبر کسان گزٹ سے لیا گیا ہے۔ اگر ہم ان حالات کا خیال کریں جن میں یہ چھپتا تھا خصوصاً اس بات کا کہ سامراجی حکمراں سوویت روس کے متعلق خبروں کو دبانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے، تو یہ کہنا پڑے گا کہ ان چھوٹی موٹی غلطیوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

۲۱ جنوری کا شمارہ لینن کے نام سے معنون تھا۔ ان کی موت کی افسوسناک خبر دنیا میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی
دنیا کے محنت کش عوام پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ ہندستانی مزدور بھی اس سے بری نہیں تھے۔ کثرت سے تعزیتی جلسے ہوئے۔
گزٹ میں اس ٹیلی گرام کا متن درج تھا جو ہندستان کی لیبر کسان پارٹی کی طرف سے اس پارٹی کی مقامی شاخوں کو بھیجا
گیا تھا۔ اس میں کہا گیا تھا: "لیبر کسان مرکزی کمیٹی اپنی تمام مزدور تنظیموں سے استدعا کرتی ہے کہ ۳۱ جنوری کو ختم ہونے والے
ہفتہ کو روسی مزدوروں کی وفاقی سوویت ری پبلک کے صدر کامریڈ نکولائی لینن کی وفات کے ایام تعزیت کے طور پر
منائیں۔ ان کی موت سے دنیا کے مزدور اپنے عظیم معلم اور نجات دہندہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ ہیڈ کوارٹروں پر کالے جھنڈے
جھکائے جائیں۔"

اس کاغذ پر جس کا رنگ مرور ایام سے زرد ہو گیا ہے، یہ الفاظ پڑھ کر ہر کس و ناکس کی آنکھوں سے آنسو
نکل پڑیں گے۔ اخبار میں ایک پر اثر تعزیت نامہ شائع ہوا ہے جس سے عالمی مزدور تحریک میں لینن کے رول کی اہمیت کا
احساس ظاہر ہوتا تھا۔ وہ یوں تھا:

"لینن اعظم نہیں رہے.... دنیا، مزدوروں کی دنیا اپنے اس عظیم معلم اور نجات دہندہ کے گذر جانے سے
نادار ہو گئی ہے۔ آج قائم مفاد والے جو جہالت اور حرص کی پناہ لیتے ہیں، دنیا کے غریب مزدوروں کے اس عظیم نقصان
پر جو انہیں اپنے اس محسن اعظم کی موت سے پہنچا ہے، خاموش ہیں۔ ان کا ماتم مزدور کرتا ہے اور اسے ہی کرنا چاہئے جو اس دھرتی
کا سچا سپوت ہے کیونکہ انہیں نے اس کو غلامی، مصیبت اور افلاس سے نجات کا راستہ دکھلایا۔

"آج بنی نوع انسان میں نکولائی لینن لاثانی ہیں۔ انہوں نے انسان کے دکھ درد کا مداوا کرنے کی کوشش کی
اور اب یہ مزدوروں کا کام ہے کہ ان کے طریقے پر عمل کریں۔ جب اور سبھی لوگ دکھ درد کے اسباب اور اس کو دور کرنے کے
طریقوں کے بارے میں خیالی تانے بانے بن رہے تھے اور خیرات، دان کی تلقین کرتے تھے کہ سماجی انصاف کی وہی معراج
ہے، نکولائی لینن نے تعلیم دی کہ دنیا کے مصائب کی جڑ، اس کا اصلی سبب چند کے ہاتھوں کثیر لوگوں کا استحصال ہے
اور انہوں نے خود اپنے ملک میں اس سماجی بے انصافی کو ناممکن کر دیا۔ آج روس کا مزدور دنیا کے مزدوروں میں سب سے
زیادہ خوش نصیب ہے اور اس کا سہرا سب سے بڑھ کر اس انتھک کارکن کے سر ہے جس کا سوگ ہم اس کے رفقا منا رہے ہیں"

مدراس لیبر کسان گزٹ کے اڈیٹر اور اس تعزیتی نوٹ کے مصنف م سینگارا ویلو چیتیار تھے۔ ہندستان کی
تحریک آزادی کی ایک ممتاز شخصیت، ایک عالم اور ہندستان کی کمیونسٹ تحریک کے پیش روؤں میں تھے۔ سوشلزم، کمیونزم
سوویت یونین اور بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کے متعلق ان کے پرجوش مضامین، ہندستان کے محنت کشوں کے فرائض اور
کی ضرورتوں کے بارے میں ان کی جذبات سے بھری تقریریں، مزدوروں اور کسانوں میں ان کی انتھک سرگرمیاں، ان کی
سے ہندستان کے ممتاز ترین انقلابیوں، ہندستان میں آزادی، استقلال اور سماجی انصاف کے مجاہدوں کی صف میں
کی جگہ ہے۔ اس میں قطعی کوئی مبالغہ نہیں کہ جنوبی ہندستان میں سچے انقلابیوں، کمیونسٹ تحریک کے کارکنوں کی ایک پو

کھپ ان کی تحریروں سے تیار ہوئی۔

میں نے سنگارا ویلو کا نام پہلی مرتبہ جن حالات میں سنا وہ یہ تھے شیوکاشی (تامل ناڈ) کے ایک کاشت کار نے ہم چند سوویت صحافیوں کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ انہوں نے کہا کہ ان کے بیٹے جن کے نام لینن، مارکس، اینگلس اور سوویت روس ہیں، ہم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ ان کے نام سن کر ہمیں تعجب ہوا۔ ہم نے پوچھا "کیا یہ واقعی آپ کے بیٹوں کے نام ہیں"۔

"آپ کو یہ سن کر تعجب ہوا؟ میں کہہ سکتا ہوں کہ لینن نام کے لوگ ہندستان میں خصوصاً جنوب میں کم نہیں ہیں، مدراس، کیرالا، آندھرا پردیش اور میسور میں لینن، مارکس، اینگلس، گورکی، روس نام کے درجنوں ہندستانی ملیں گے میں ایک عورت کو جانتا ہوں جن کا نام کرپسکایا ہے۔ یہ سب اُس تحریک کے بعد ہوا جو کامریڈ سنگارا ویلو چیتیار نے منظم کی تھی"۔

سنگارا ویلو چیتیار نے سن بیس کے دہ سالہ کی ابتدا میں جاگیرداری، جات پات اور فرقہ پرستی کے خلاف ایک زبردست مجاہد کی حیثیت سے نام حاصل کیا۔ انہوں نے ہندستان میں ایک مارکسی پارٹی کی داغ بیل ڈالنے کے لئے کام کیا۔ سنگارا ویلو کے ایک دوست اور شاگرد ک۔ مورو گیسن گودی مزدوری کی مدراس ٹریڈ یونین کے نائب صدر ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا: "سنگارا ویلو ہندستان کو آزاد ہوتے دیکھنے کے لئے زندہ نہیں رہے۔ ۱۹۴۶ء میں ان کی وفات ہوگئی۔ میرے پاس ہمارے اخبار جن شکتی کا وہ شمارہ آج بھی موجود ہے جس میں ہمارے استاد کی آخری تصویر شائع ہوئی تھی۔ ان کی نعش لال جھنڈے میں لپٹی جس پر ہتھوڑے اور درانتی کا نشان تھا، پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی"۔

عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب اور ہندستان میں ۲۲-۱۹۲۱ء کی انقلابی ہل چل کے اثر کی بدولت ملک میں زدور طبقہ کی تحریک میں مارکسی آئیڈیالوجی پھیلی۔ یہ محض ایک فیشن ایبل لفظ نہیں رہا۔ اس سے قبل ہندستان میں کوئی ایسی یاسی تحریک نہیں تھی جس کو مارکسزم لینن ازم سے کوئی لگاؤ ہو۔ سنگارا ویلو چیتیار جو انڈین نیشنل کانگرس کے بھی ہرگرم کارکن تھے۔ ہندستان میں ان سب سے پہلے لوگوں میں تھے جنہوں نے روس کے سوشلسٹ انقلاب کا خیر مقدم کیا۔ سن بں کے دنوں میں انہوں نے اپنے پیروؤں کے ایک مختصر گروہ کو ساتھ لے کر ایک رسالہ شائع کرنے کی کوشش کی جس نتیجہ لیبر کسان گزٹ (انگریزی) کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس کا اجرا ۱۹۲۳ء میں ہوا۔ سنگارا ویلو نے اس میں دنیا کی لی سوشلسٹ ریاست کی کامیابیوں کے متعلق مضامین شائع کئے۔ اس اخبار سے جنوب کے عام لوگوں کو مارکسزم لینن ازم متعلق اور اس عظیم تعلیم کے بانی مارکس، اینگلس اور لینن کے متعلق واقفیت حاصل ہوئی۔ گیارہ شماروں کے بعد ریزی حکومت نے اسے بند کر دیا۔ لیکن سنگارا ویلو نے ہمت نہیں ہاری۔ انہوں نے پیسے اکھٹے کئے اور ایک نیا اخبار ری کیا۔ اسے بھی فوراً بند کر دیا گیا۔

سنگارا ویلو چیتیار غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف لڑائی میں تپ کر نکلے تھے۔ متعدد مرتبہ وہ جیل جا چکے تھے۔ نچہ انہوں نے قانونی طریقوں سے سوشلسٹ خیالات کے پرچار کی کوشش کی سن تیس کے زمانہ میں انہوں نے "خود دار" ب کے رہنماؤں سے ربط قائم کیا۔ تامل ناڈ میں یہ تحریک ا۔ و۔ راما سوامی نائیکر نے شروع کی جو جات پات کے خلاف اور

عورتوں اور مردوں کی برابری کے لئے جدوجہد کرنے والے مجاہدوں میں تھے۔ راماسوامی نائیکر ۱۹۳۱ء میں سوویت یونین گئے تھے۔ وہ 'بیز بوژنیک' نامی سوویت دہریہ سماج کے رکن تھے۔ انہوں نے باکو، تبلیسی، لینن گراد اور ماسکو میں لکچر دیئے۔ ہندستان لوٹنے پر راماسوامی نائیکر نے اپنا چھاپہ خانہ قائم کیا اور کودی اداسو نامی ہفتہ وار اخبار جاری کیا۔ شروع ہی سے سنگاراویلو اس اخبار میں لکھنے لگے۔ ان کے مضامین ینگ تامیلین (ٹیوٹی کارن، ریاست مدراس)، ھندو اور دیگر اخبارات میں بھی شائع ہوتے تھے۔

ک۔ موروگیسن نے بتایا کہ "سوشلسٹ خیالات کی اشاعت کے لئے اخبارات کا استعمال خطرناک اور دشوار تھا لیکن ہماری اصل دشواری یہ تھی کہ مارکسی کتابیں نہیں ملتی تھیں۔ ہمیں ایسی کتابوں کی بڑی خواہش تھی جو کتابیں دستیاب تھیں خصوصاً مارکسزم لینن ازم کی کلاسیکی تصانیف، وہ صرف انگلینڈ سے آتی تھیں۔ باہر جا کر بسنے والوں میں ہمارے دوست چوری چھپے کچھ کتابیں بھجوا دیا کرتے تھے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ اصل کام اس کو زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ اہم یہ تھا کہ اسے عام قاری تک پہنچایا جائے جس کا مطلب ہندستانی زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنا تھا۔ یہ کام بھی چوری چھپے ہوتا تھا اور اکثر ہم قید کی میعاد میں یہ کام کیا کرتے تھے۔ صرف کمیونسٹ ہی نہیں بلکہ انڈین نیشنل کانگرس کے ممبر بھی مارکسی کتابوں کے ترجمہ میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ آج یہ کہنا مشکل ہے کہ لینن کی فلاں فلاں کتاب کا ہندستانی زبانوں میں کس نے ترجمہ کیا۔ ترجمہ الگ الگ حصوں میں کیا جاتا تھا اور اس کی نقل کر کے اسے جیل سے باہر بھیج دیا جاتا تھا۔ اکثر یہ بھی ہوتا کہ ایک شخص ترجمہ پورا نہیں کر پاتا تو وہ اس کام کو کسی نئے آنے والے کے سپرد کر دیتا۔"

سنگاراویلو چونکہ تعلیم کی نعمت سے بہرہ ور تھے۔ لہٰذا انہوں نے مارکسزم لینن ازم کی کلاسیکی تصانیف کو عام فہم بنانے کی بہت کوشش کی۔ انہوں نے درجنوں مضامین اور کتابچے لکھے جن میں مارکسزم لینن ازم اور تاریخی مادیت کے فلسفے کی تشریح کی گئی تھی۔ انہوں نے ایک کتاب لکھ کر لینن کی 'ریاست اور انقلاب' کے اہم نکات کی وضاحت کی۔ ان کی نگرانی میں ۱۹۳۳ء میں تامل میں لینن کے مضامین کا پہلا مجموعہ 'نینن اور مذھب' کے نام سے شائع ہوا۔ یہ کتاب اب نایاب ہے۔ اس کی تلاش کوئی آسان نہیں تھی۔ راماسوامی نائیکر یا ک۔ موروگیسن کسی کے پاس اس کا نسخہ نہیں تھا۔ انہوں نے مجھے شری س۔ گروسوامی کے پاس جانے کا مشورہ دیا جو تامل ہفتہ وار کوتوسی کے اڈیٹر، کتابوں کے عاشق اور قدیم چیزیں جمع کرنے کے شوقین تھے۔

ہم مدراس کے مفصلات میں ایک چھوٹے سے مکان پر پہنچے۔ دروازے پر ہم نے ایک تختی پر لکھا پایا: "یہاں س۔ گروسوامی اور مس روس رہتی ہیں"۔ شری گروسوامی ہم سے نہایت اخلاق سے ملے۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی مس روس سے ملایا۔ انہوں نے کہا "میں نے اور میری بیوی نے جو کمیونسٹ تھیں اپنی لڑکی کا نام مس روس رکھا۔ اب وہ جوان ہوگئی ہے اور ڈاکٹر ہے، خود دار، تحریک میں حصہ لیتے ہوئے میں نے دو سو بچوں کا نام لینن رکھا تھا۔ بہتوں کو اس کی وجہ سے مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ غیر ملکی حکمرانوں، پجاریوں اور سبھی رجعت پرستوں نے انہیں طرح طرح سے تنگ کیا۔ لینن کا نام

WORKERS OF THE WORLD UNITE.

THE LABOUR KISHAN GAZETTE

A FORTNIGHTLY JOURNAL OF INDIAN COMMUNISM

EDITOR — M. SINGARAVELU

Vol I. THURSDAY—31-1-1924. No. 6

COMRADE NIKOLAI LENIN.

In Memoriam.

Lenin, the Great, has passed away and joined the [illegible] invisible. The world, the worker's world, is today poorer by the passing away of its great Teacher and Redeemer. Today the vested interests which are taking shelter under ignorance and greed are [illegible] over the great loss which the humble workers of the world have suffered by the death of their great protagonist. It is the worker—the true salt of the earth—that mourns or ought to mourn for him who showed him the path of deliverance from bondage, privation and misery. [illegible] and Prophets, [illegible], and Scientists, Philosophers and Metaphysicians equally great and equally learned have appeared from time to time, and tried to redeem the worker's humanity from [illegible] suffering and [illegible], but it was reserved to Nikolai Lenin to apply the only true and correct method of removing the great ills of life which the great capitalist [illegible] of the world have [illegible] upon the [illegible] happy [illegible] race.

It was the great master Karl Marx who found the [illegible] in [illegible] Marxism [illegible] [illegible], [illegible] and ridiculed by the powerful and the ignorant among mankind, but he lived long enough to see the great worker's philosophy understood by the thoughtful and accepted as the method of ridding poverty and misery from this mundane existence. It was for the first time in the history of the world demonstrated with scientific precision and accuracy that most of the misery with which the majority of the world have become afflicted were due to the selfish aggrandisement of few among the powerful, over the toiling many. And he taught further that it was only by rendering the few powerless to continue the evil that the suffering workers will have to get rid of their misery, and attain to the life of knowledge, labour and ease, which today is the monopoly of a very few among mortals. Today Nikolai Lenin stands unrivalled among the sons of men who have tried to alleviate human sufferings and it is now left to the workers to follow his method. While all others were pursuing vague speculations as to the cause of misery and its correction, and preached charity—DHARMA as the ULTIMA THULE of social justice, Nikolai Lenin found the true [illegible] or cause of world's sorrows lie in the exploitation of the many by the few and he succeeded in rendering this social wrong impossible in his own country. The Russian worker today can be deemed to be the happiest among the workers of the world and this is due mainly to the indefatigable worker for whose death we his comrades, are mourning.

The great revolution in political thought and philosophy which Nikolai Lenin wrought in his own country may be destroyed, nay even be swept away by the selfish nature of a few among men. But it will revive again and again and ultimately encompass the world, and finally render the life of the worker bearable and pleasant throughout the world. To him who has done so much and who has given the worker a [illegible] of his glory [illegible] [illegible] every human being shall have the right to labour and to live like all his other fellows, we lift up our hands in love, devotion and [illegible].

سنگارا ویلو چیٹیار کی ادارت میں مدراس سے شائع ہونے والا پندرہ روزہ اخبار لیبر کسان گزٹ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۲۴ء

ہمارے لئے آزادی کی علامت تھا۔"

شری گروسوامی کے پاس بھی وہ کتاب نہیں تھی۔ انھوں نے اپنے کتب خانہ میں اسے تلاش کرنے کا وعدہ کیا لیکن غالباً وہ ملی نہیں۔ مدراس کے کتب خانوں میں بھی اس کتاب کا کہیں پتہ نہیں چلا۔ کتب فروشوں نے ہمیں تامل میں لینن کے درجنوں ترجمے دکھائے لیکن یہ بہت بعد میں شائع ہوئے تھے۔ یہ تلاش اپنے عروج پر اس وقت پہنچی جب شری ویرامنی نے جو اخبار ویٹو تھلائی کے ایڈیٹر ہیں، اپنے اخبار کے ذریعے اپیل کی کہ ان کے قارئین میں اگر کسی کے پاس وہ کتاب ہو تو وہ بتائیں۔ اور چند ہی ہفتوں کے بعد وہ ایک چھوٹی سی کتاب لے آئے جس پر سبز رنگ کا سرورق تھا: لینن اور مذہب (مطبوعہ مدراس، ۱۹۳۳ء)! جس شخص نے کتاب بھیجی ان سے میں واقف نہیں لیکن میں ان کا بہت شکر گزار ہوں۔

یہ معلوم تھا کہ سنگارا ویلو چیٹیار نے ایک بڑا کتب خانہ جمع کر لیا تھا جس میں مارکسی فلسفہ کی کتابیں، سائنسی کتابیں، سائنسی افسانوی ادب اور دیگر کتابیں تھیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ پولیس اکثر ان کے گھر کی تلاشی لیتی، ان کی کتابیں، خطوط، کاغذات اور اخبار و رسائل غرض کہ جو کچھ ہاتھ آتا ضبط کر لیتی۔ مجھے یہ دیکھنے کا بہت شوق تھا کہ اس کتب خانہ میں اب کیا باقی ہے۔ چنانچہ ایک روز ہم لوگ مدراس کے خوبصورت ساحلِ سمندر میرینا سے گزر کر ایک تنگ گلی میں داخل ہوئے

اور اس مکان پر پہنچے جہاں کسی زمانے میں یہ ممتاز انقلابی رہا کرتا تھا۔ سنگارا ویلو کے دور کے رشتہ داروں نے نہایت خندہ پیشانی سے ہمارا خیر مقدم کیا اور ہمیں اس دوسری منزل پر لے گئے جہاں ایک چھوٹی سی کوٹھری میں سنگارا ویلو کی کتابیں اور کاغذات کا ڈھیر لگا تھا۔ بعض مسودے اور کتابیں اتنی خستہ حالت میں تھیں کہ ہاتھ لگاتے ہی پارہ پارہ ہو گئیں۔ مدراس کے مرطوب موسم نے انھیں برباد کر دیا تھا۔ ہمیں روسی سیکھنے کی ایک کتاب ملی جس کے حاشیہ پر سنگارا ویلو چیتیار کے لکھے ہوئے نوٹ تھے، روسی مصنفوں اور عالموں کی کتابیں، تامل میں سنگارا ویلو کے اپنے مسودے، دنیا کے ادبی شاہکار، شیکسپیئر، گوئٹے، شیلر، فلسفہ اور مذہبیات کی کتابیں، عدالت کے مقدموں کی مثل (سنگارا ویلو خود وکیل تھے)۔ ایک فائل میں یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہیں رہی کہ ۳۱ جنوری ۱۹۲۴ء کے لیبر کسان گزٹ کی ایک کاپی ہے۔ شاید یہ واحد نسخہ ہے جو باقی رہ گیا ہے۔ اس کے پہلے صفحے پر مشہور بین الاقوامی نعرہ تھا کہ "دنیا کے مزدورو، متحد ہو جاؤ" اور ایک مضمون تھا "کامریڈ نکولائی لینن کی یادیں!"

آج جب کہ سوویت یونین کے تمام لوگ، پوری ترقی پسند انسانیت لینن کی ۱۰۰ ویں سالگرہ منا رہی ہے، اس مضمون کے یہ الفاظ کتنے معنی خیز ہیں: "سیاسی فکر اور فلسفہ میں لینن نے جو انقلاب عظیم اپنے ملک میں کیا وہ ہو سکتا ہے گنتی کے چند انسانوں کی فطرت کی خود غرضی کے باعث برباد ہو جائے، لیکن بار بار اس میں نئی جان پڑے گی اور بالآخر وہ ساری دنیا پر حاوی ہو جائے گا اور ہر جگہ مزدور اور کسان کی زندگی کو خوشگوار بنائے گا۔ اس شخص کو جس نے اتنا کچھ کیا اور جس نے مزدور کو اس کی شاندار مملکت کا واضح تصور عطا کیا جس میں ہر انسان کو محنت کرنے اور دوسرے تمام انسانوں کی طرح زندگی بسر کرنے کا حق ہوگا، ہم محبت، عقیدت اور احترام سے سلام کرتے ہیں۔"

۵۰ برسوں سے زیادہ عرصہ سے لینن کا ملک ترقی کے راستہ پر گامزن ہے اور دنیا کو یہ دکھلا رہا ہے کہ مارکسزم لینن ازم کے خیالات، اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے کارناموں کو متزلزل یا برباد نہیں کیا جا سکتا جس طرح زندگی، صداقت اور ابدیت کو نہیں برباد کیا جا سکتا ہے۔

سوویت یونین، عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی سرزمین نے مشرق کی اقوام کے لئے ان کی آزادی، جمہوریت اور سوشلزم کی جدوجہد میں ہمیشہ روشن ستارے کی طرح رہ نمائی کی خدمت انجام دی ہے۔ انھوں نے اپنی امیدیں اس سے وابستہ کی ہیں۔ تامل شاعر جیوانندن نے کودی ۱۹۳۱ء میں لکھا تھا:

ایک نئی دنیا کو دیکھو اور خوشی مناؤ
او مزدورو، اس نئی دنیا پر نظر ڈالو
جو آہنگ اور مسرت سے معمور ہے
لینن کے پیرو قدم بڑھا رہے ہیں۔

اس راہ پر جو لینن نے دکھائی ہے۔

اب مدراس سے لکھنؤ آئیے۔ ہندستان کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش کی راجدھانی لکھنؤ میں ۱۹۲۲ء میں ایک کتاب شائع ہوئی تھی لینن۔ اس کے مصنف م۔ل۔ بھارگو تھے۔ اس کتاب میں لینن کی ابتدائی زندگی کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ لینن کو استحصال اور تشدد سے اور پوری دنیا میں عام لوگوں کی ناقابلِ بیان مصیبتوں سے کتنی تکلیف ہوتی تھی۔ اپنے نصب العین تک پہنچنے کے لئے بقول اس کتاب کے "لینن کو بڑی قربانیاں کرنی پڑیں۔ وہ جیل گئے۔ انھیں ملک بدر کیا گیا۔ انھیں گولی تک ماری گئی۔ کوئی اور شخص ہوتا تو ایسی مصیبتوں اور آزمائشوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا۔ لیکن لینن ہر نظر بندی کے بعد اپنے نصب العین کو پورا کرنے کے لئے پہلے سے زیادہ اور مضبوط ارادہ لے کر باہر آتے۔"

مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ "ان (یعنی لینن) کا واحد مقصد یہ تھا کہ سرمایہ داری اور سامراجیوں کی جگہ پر دلتاریہ کا اقتدار قائم کریں"۔ مصنف نے لینن کو "انسانیت کے نجات دہندہ" سے تعبیر کیا ہے۔

"صرف روس ہی میں لوگ لینن کا نام احترام اور عقیدت سے نہیں لیتے بلکہ پوری دنیا کے محنت کش طبقے اسے انسانیت کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ اور روس آج ایک ترقی پذیر ملک ہے جو سوویت بنیاد پر منظم ہے اور وہ عظیم ترین سماجی تجربہ کر رہا ہے جس کی کامیابی سے دنیا کی قلب ماہیئت ہو جائے گی۔ ان لوگوں کی تعداد یقیناً بہت بڑی ہے جو روس کے تجربہ کو بہت کامیاب مانتے ہیں اور یہ بھی پیش گوئی کرتے ہیں کہ آج جو کچھ روس میں ہو رہا ہے وہ کل ساری دنیا میں ہوگا۔۔۔۔ روس آج اس قسم کی کمیونسٹ ریاست کے بہت قریب ہے جس کی تعبیر کارل مارکس نے کی تھی، جہاں گویا ایک نیا انسان نمودار ہوا ہے جس کا طریقہ حیات نیا ہے، جو ایک نئی ذہنیت، نئے خیالات لے کر آیا ہے، جہاں پرانے معتقدات، پرانے تعصبات، پرانے عقائد اور پرانے توہمات ناپید ہو گئے ہیں۔ سماجی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی ہر شعبہ میں روس ایک نئے تمدن کی داغ بیل ڈال رہا ہے۔۔۔ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے لینن اپنی زندگی میں اپنی امیدوں اور مقاصد کو عملی جامہ پہنتے دیکھ نہیں سکے لیکن انھوں نے اپنے خیالات، منصوبوں اور پالیسیوں کی میراث چھوڑی جسے ان کے جانشین عمل میں لائے۔ روس آج اگر ایک ترقی یافتہ ملک ہے جہاں سوویت نظام کی بنیاد پر جمہوری حکومت قائم ہے، اگر وہاں دولتمندوں کے ہاتھوں غریبوں کا استحصال نہیں ہوتا، کمزوروں پر زور آور ظلم نہیں کرتا تو اس کی وجہ وہ اصول ہیں جن کی تلقین لینن نے کی تھی اور وہ منصوبے اور پالیسیاں ہیں جو وہ مرتب کر گئے تھے۔"

۴

بالشویک جادوگر

یہ ہے لینن وشو وِشمتا ہرنے والا
سامیہ واد کا سِنگھناد سا کرنے والا

یہ شعر ہندی میں لینن کے سوانح حیات بالشویک جادوگر کے سرورق پر درج تھا۔ اس کتاب کے مصنف رما شنکر اوستھی تھے اور ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے قبل اسی مصنف کے قلم سے ہندی میں انقلابِ روس پر پہلی کتاب شائع ہو چکی تھی۔ اس کا سن اشاعت ۱۹۲۰ء اور نام روس کی راج کرانتی تھا۔

۱۹۲۱ء میں انقلاب روس پر ایک اور کتاب شائع ہوئی۔ یہ سوم دت ودیا لنکار کی کتاب تھی۔ روس کا پونرجنم۔ ۱۹۲۳ء میں وشمبھر ناتھ ججانے روس میں یوگانتر لکھی اور اسی سال پران ناتھ ودیا لنکار کی کتاب "روس کا پنچایتی راج" شائع ہوئی۔

ہندستانی محبانِ وطن جو عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب سے اور لینن کی شخصیت سے فیضان حاصل کر رہے تھے اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اپنے برادرانِ وطن کو ان عظیم تبدیلیوں سے جو روس میں رونما ہو رہی تھیں اور انقلاب روس کے رہنما سے واقف کرائیں۔ چنانچہ ہندستانی زبانوں میں لینن سے متعلق کتابیں شائع ہونے لگیں۔

سب سے پہلے جن ہندی رسالوں نے سرمایہ داری کے خاتمہ کے بعد روس کے عظیم الشان واقعات کا حال لکھا اور انقلاب کی حمایت کی وہ تھے ابھودے اور مریادا جو الہ آباد سے پنڈت کرشن کانت مالویہ کی ادارت میں شائع

ہوتے تھے۔ مالویہ نے سوویت روس کے متعلق اور انقلاب روس سے پیدا ہونے والی عالمی صورت حال پر ایک سلسلہ مضامین لکھا۔ نوخیز سوویت ریاست کے خلاف ۱۹۱۹ء میں سامراجی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے انھوں نے اسی سال یکم مارچ کو لکھا "بالشویزم کے خلاف جنگ کا مقصد افلاس کو برقرار رکھنا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ بالشویزم سے جنگ کرنا سوشلزم سے جنگ کرنا اور اس کا مقصد افلاس کی جڑوں کو برقرار رکھنا اور جنگ کا سامان تیار کرنا ہے"۔

۳۱ رمئی ۱۹۱۹ء کو کرشن کانت مالویہ نے ایک اور مضمون لکھا کہ "بالشویک چاہتے ہیں کہ دنیا پر حکمرانی مزدوروں اور محنت کشوں کی ہو، وہ اس کے نظام حکومت اور بیرونی پالیسی کو کنٹرول کریں"۔

اس سلسلے کے آخری مضمون میں جو "بالشویزم اور افریقی ایشیائی اقوام" کے عنوان سے ۱۹ رستمبر ۱۹۱۹ء کو شائع ہوا، انھوں نے لکھا: "آخر میں مجھے ایشیا افریقہ کے غریب لوگوں سے جو ہر حق اور اقتدار سے محروم ہیں جنھیں وراثت کا حق بھی نہیں، مجھے صرف ایک بات کہنی ہے۔ اور وہ یہ ہے: بالشویزم کی نشوونما اور ترقی سے انھیں کبھی کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اگر ان کے لئے خود اس کے اصولوں پر عمل کرنا ممکن نہیں ہو، اگر وہ اپنی مخصوص سیاسی حالات کی بدولت اس سے فیضیاب نہیں ہوسکیں تو بھی انھیں ہرگز ان لوگوں کی باتوں میں پڑکر گمراہ نہیں ہونا چاہئے جنھوں نے ان کے تمام انسانی حقوق غصب کر رکھے ہیں اور جو اپنی خود غرضی کے باعث روز بروز اپنی جہالت کا اظہار کر رہے ہیں اور اس کی مخالفت کرکے اپنی کمزوری کو ہی بے نقاب کر رہے ہیں"۔ مرحوم کرشن کانت مالویہ کی تحریریں نئی دہلی کے ہفتہ وار سوشلسٹ کانگریس مین مورخہ ۷، نومبر ۱۹۶۷ء کو دوبارہ شائع کی گئی تھیں اور مذکورہ بالا اقتباس وہیں سے لیا گیا ہے۔

یہاں یہ تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ جو لوگ ہندستان کے مجاہدینِ آزادی پر اکتوبر انقلاب اور لینن کے اثر کو ماننے سے انکار کرتے ہیں وہ یا تو اپنی رائے مغربی ذرائع سے متعین کرتے ہیں اور اس کثیر مواد کو نظر انداز کرتے ہیں جو ہندستان کی قومی زبانوں میں دستیاب ہیں یا پھر وہ ہندستان کی آزادی کی جدوجہد کے اس پہلو کو نمایاں نہیں کرنا چاہتے۔

ہندستان کے لوگوں کی دلچسپی محض اکتوبر انقلاب اور اس کے رہنما تک محدود نہیں تھی۔ روس کے دوسرے محبانِ وطن، روس کی تاریخ، ادب وغیرہ کے متعلق بھی مضامین ہندستان کے مختلف رسائل و اخبارات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوا کئے۔ مثلاً ۱۹۲۱ء میں کانپور کے رسالہ پربھا میں شری پربھاکر شناچٹوپادھیائے کا مضمون "انقلاب کی زوردار لہروں میں"، شائع ہوا جس میں دو روسی محبانِ وطن ایوانوچ نوویکوف اور الکزینڈر نکولائیوچ رادشیف کا حال چھپا تھا جو اٹھارہویں صدی سے تعلق رکھتے تھے۔

اسی رسالہ میں ۱۹۲۲ء میں الگزینڈر بلنکن کی ایک نظم کا ترجمہ چھپا۔ سن بیس کے ابتدائی برسوں میں کلکتہ کے وشومتر میں اکتوبر انقلاب سے قبل کے روسی محبانِ وطن کی آزادی کی جدوجہد کے متعلق متعدد مضامین شائع ہوئے۔

اکتوبر انقلاب اور لینن کے متعلق مضامین الہ آباد، کانپور، لکھنؤ، دہلی نیز شمالی ہند کے دیگر شہروں کے اکثر ہندی رسالوں میں شائع ہوئے لیکن ہندی میں لینن پر غالباً پہلی کتاب بالشویک جادوگر ہی تھی جس کے مصنف ہندی

मि० लेनिन।
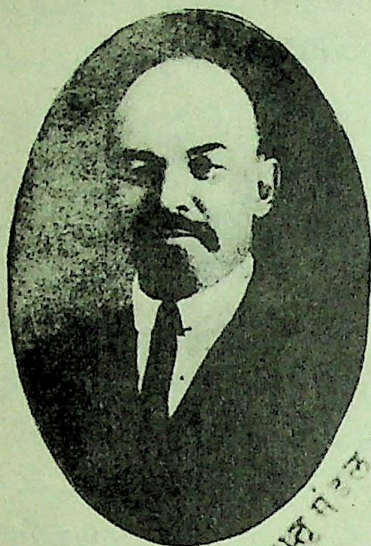
यह है लेनिन विश्व विषमता हरनेवाला,
साम्यवादका सिंहनाद सा करनेवाला।

रमाशङ्कर अवस्थी।

لینن پر ہندی میں پہلی کتاب
بالشویک جادوگر
جسے رماشنکر اوستھی نے لکھا
اور ۱۹۲۱ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔

اخبار ورتمان کے ایڈیٹر رماشنکر اوستھی تھے۔ کتاب کلکتہ کے ایک اشاعت گھر بھارت پستک بھنڈار سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں سترہ ابواب تھے۔ ظاہر ہے کہ مصنف کو لینن کے متعلق صحیح اور پوری معلومات حاصل نہیں تھیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ چنانچہ وہ بعض غلطیوں سے اپنا دامن نہیں بچا سکے۔ ان کی کتاب میں بعض ایسی غلط بیانیاں موجود ہیں جو اس زمانہ میں انگریزی حکومت کی طرف سے پورے ہندستان میں پھیلائی جا رہی تھیں۔ رماشنکر اوستھی مارکسی نہیں تھے۔ لہٰذا وہ اکتوبر انقلاب کے پس منظر اور لینن کے کردار کا صحیح جائزہ نہیں لے سکے۔ چنانچہ ان کے بیان کے مطابق لینن گویا اپنے زمانہ کے مسیح موعود تھے جو دنیا میں ایک نئی بادشاہت قائم کرنے آئے تھے جس میں ہر طرف سچائی اور انصاف کا دور دورہ ہوگا۔

اپنی سادہ لوحی بھری عقیدت میں وہ لینن کے متعلق لکھتے ہیں:

"لینن مفلسوں کے افلاس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ اپنی تقریروں میں غریبوں کی مصیبت بیان کرنے لگتے ہیں تو آسماں لرز جاتا ہے، دھرتی کانپنے لگتی ہے، ہوا جنبش میں آجاتی ہے اور سننے والوں کے دل گرما جاتے ہیں۔ جب لینن بولتے وقت ہوا میں اپنی مٹھی اٹھاتے ہیں تو لگتا ہے وہ کوئی دیوتا ہیں۔ سننے والے کا جی چاہتا ہے

کہ ان کے پیروں پر گر پڑے اور انھیں ماتھے سے لگائے۔ کوئی نہیں جانتا کتنے روسیوں نے ان کے چرنوں میں بالشویزم قبول کیا۔

"یورپ میں بالشویزم کے کتنے ہی نکتہ چیں پیدا ہو گئے ہیں۔ ان میں نامور لیکھک اور مدبر بھی ہیں۔ میں سوچتا ہوں بالشویزم کو برا بھلا کہنا پاپ ہے۔ میں بالشویزم کا حامی نہیں ہوں۔ لیکن دوسری طرف مجھے اس کے خلاف تعصب بھی نہیں۔ سچ یہ ہے کہ بالشویزم کوئی نئی چیز نہیں۔ جب سے کائنات کی تخلیق ہوئی یہ انسانی اخلاقیات کا ایک لازمی جزو رہا ہے۔ بالشویزم انسانیت کا اعلیٰ آدرش ہے۔ یہ قابلِ عمل خیال ہے۔

"یہ کمیونزم کی زیادہ خالص شکل ہے۔ کمیونزم دیوتاؤں کا وہ احساس ہے جو انسانوں میں کارفرما ہو۔ ہے۔ جب کسی انسان میں کسی دوسرے انسان کو مصیبت میں دیکھ کر ہمدردی کا جذبہ موجزن ہو تو اس وقت کمیونزم یا بالشویزم پیدا ہوتا ہے۔ بالشویزم کا واحد مقصد دنیا سے دکھ درد کو دور کرنا ہے۔

"بالشویزم ہمیں سکھاتا ہے کہ غریب کی سوکھی روٹی کو چھیننا نہیں چاہئے بلکہ اس پر نمک یا مکھن لگانا چاہئے۔ بالشویزم کے گہرے معنی یہی ہیں۔

"کام کرنے والی عورتوں کے مساوی حقوق ہیں۔ ملک میں ان کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ بعض یورپین معترضین نے روسی عورتوں کی حالت اور ان کے حقوق کے متعلق طرح طرح کی مہمل باتیں لکھی ہیں اور اس طرح غلط باتیں پھیلائی ہیں۔ بالشویک حکومت نے اس کی قطعی تردید کی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ کس طرح عورتوں کو صحیح معنی میں آزادی دی گئی اور روسی عورتیں عزت کے ساتھ اپنے حقوق سے کام لیتی ہیں... ایک بار یورپ میں یہ افواہ پھیلائی گئی کہ بالشویک حکومت نے روسی عورتوں کو کسبی قرار دیا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ ان کو مشترکہ طور پر استعمال میں لایا جائے گا۔ جس کسی نے یہ تہمت لگائی اس نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے! جس نظام نے تمام بنی نوع انسان کو عملاً مساوی حقوق عطا کئے، وہ کیونکر عورتوں کے کردار کو مٹی میں ملا سکتا ہے اور اپنے قومی وقار کو مٹا سکتا ہے۔ کیا روس کی عورتیں جن کے باپ، شوہر، بیٹے اور بھائی مساوات کے علمبردار ہیں، اس ذلت کو برداشت کر سکتے ہیں؟"

کتاب کا ایک نہایت دلچسپ باب "انسانی اخلاقیات — بالشویزم" ہے۔ مصنف نے بار بار لینن کی شخصیت پر روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے لکھا کہ لینن نے روس میں اپنا کام پورا کر لیا اور اب وہ ساری دنیا کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد عالمی سوشلسٹ انقلاب ہے۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ مزدوروں اور کسانوں کا راج قائم کریں اور سامراجیت کو مٹا دیں۔ وہ مالداروں، زمینداروں اور بینکوں کے دشمن ہیں۔ مصنف کی نظر میں لینن مظلوموں کے سچے دوست اور نجات دہندہ ہیں۔

بالشویک جادوگر کے مصنف نے سادہ اور صاف پیرایہ میں لینن کی زندگی اور ان کے کارنامے بیان کئے ہیں — کیونکہ انھوں نے انقلاب کیا، انقلاب دشمنوں اور بین الاقوامی سامراج جو پیدا ہوتے ہی نوخیز سودیت جمہوریہ کا گلا گھونٹ دینا چاہتے تھے، ان کے خلاف جدوجہد کیسے منظم کی۔ راما شنکر اوستھی نے بتایا کہ لینن برطانوی سامراج کے

हिन्दी-पुस्तक-एजेन्सी माला—२५

रूसका पंचायती राज्य

लेखक—

प्राणनाथ विद्यालंकार

प्रकाशक—

हिन्दी पुस्तक एजेन्सी
१२६, हरिसन रोड, कलकत्ता

प्रथम बार] १९८० [मूल्य ॥)

روس کا پنچایتی راج
از پریم ناتھ ودیالنکار
جو ۱۹۲۳ء میں کلکتہ سے
شائع ہوئی۔

دشمن اور دنیا کے محنت کشوں کے دوست ہیں۔ اودستھی کے آخری الفاظ ہیں: "پوری دنیا میں بیک وقت انقلاب لاکر وہ تمام قوموں کو آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اقتدار مزدور طبقہ کے سپرد کر دیا جائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایک شخص بھی ایسی روٹی نہیں کھائے جو اس کے گاڑھے پسینہ کی کمائی نہیں ہے۔"

مجھے اپنے ہندستانی دوست ڈاکٹر دیویندر کوشک کی مدد سے ۱۹۶۷ء میں دہلی کی ہارڈنگ لائبریری میں اس کتاب کا پتہ چلا۔ اس کتاب کو پڑھ کر میں دنگ رہ گیا۔ راماشنکر اودستھی نے سوویت نظام حکومت اور روس کے لوگوں کے حالاتِ زندگی میں تیزی سے ہونے والی تبدیلی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سوویتوں کا حال بیان کرنے میں انھوں نے سٹری رام دیال میہر کے ایک مضمون سے مدد لی ہے جو بنارس کے ہندی روزنامہ آج میں شائع ہوا تھا۔

مصنف نے جو تشریحیں کی ہیں اور نتائج اخذ کئے ہیں ان سے آج ہم متفق ہوں یا نہ ہوں، لیکن جب ہم یہ

سوچتے ہیں کہ ۱۹۲۱ء کے محکوم ہندستان میں لینن کی تعریف میں کوئی کتاب لکھنے کے لئے کتنی ہمت اور دلیری کی ضرورت تھی تو ہم اس کوشش کی داد دئے اور قدر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

بعد میں لینن اور اکتوبر انقلاب کے متعلق ہندی میں اور بھی کتابیں شائع ہوئیں۔ وہ زیادہ مستند تھیں اور ان اطلاعات پر مبنی تھیں جو مختلف ذرائع سے مختلف طریقوں سے خفیہ طریقے سے ہندستان پہنچ رہی تھیں۔ مثال کے طور پر پران ناتھ ودیالنکار کی کتاب "روس کا پنچایتی راج" ہیں۔ روس کے واقعات کے بارے میں صحیح معلومات دی گئی تھیں حتیٰ کہ لینن کے اقتباسات بھی دئے گئے تھے۔ مصنف نے لکھا کہ: "ہندستان اپنے مرض کے علاج کے لئے روس کی تاریخ سے کئی نسخے آزما سکتا ہے۔ روس اور ہندستان ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں۔ ایک پر اگر زاروں کی حکمرانی تھی تو دوسرا انگریزی عملداری کے زیر نگیں ہے۔ محنت کش طبقوں کی حالت دونوں ملکوں میں زار ہے۔ روس کے عوام کو بالشویکوں نے نجات دلا دی ہے مگر ہندستان کے لوگ آج بھی حکام اور ان کے پیروکاروں کا ظلم اٹھا رہے ہیں.... لینن کی رہنمائی میں بالشویک چاہتے تھے کہ مزدوروں اور کسانوں کی سوویت کا راج قائم کریں۔ لینن نسل اور رنگ کے امتیاز کے نظریہ کو نہیں مانتے۔ وہ بلا امتیاز افریقہ، ہندستان اور یورپ کے لوگوں کو یکساں حقوق دینا چاہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں مانتے کہ انگریز ہندستانیوں سے کسی طرح بھی بہتر ہیں یا یہ کہ ان کی حکومت کسی اٹل فطری قانون کا نتیجہ ہے۔ یہ قدرتی بات تھی کہ کسانوں، کارخانوں کے مزدوروں، کلرکوں، چپراسیوں، قلیوں، انجینیروں اور دیگر تنخواہ یافتہ لوگوں نے لینن کے بالشویکوں کی حمایت کی۔ سبھی ملکوں میں انہی طبقوں کی اکثریت ہے۔ لینن چاہتے تھے کہ لوگ اپنی سوویتیں بنا کر حکومت کا کام کاج چلائیں"۔

بالشویکوں اور لینن کے متعلق انھوں نے لکھا: "بالشویک عوام کے وفادار اور لینن مہاتما تھے"۔ لینن کی بین الاقوامیت کے متعلق ان کا کہنا تھا کہ "سوویتیں پورے روس میں پھیل گئی تھیں۔ اس سے سوشلزم کی بنیاد پڑی۔ لینن اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہتے تھے جب تک کہ پوری دنیا میں یہی نظام نہ قائم ہو جائے۔ انھوں نے ایک موقعہ پر صحیح کہا تھا کہ ہم نے سوشلزم کی ابتدا روس میں کی ہے اور سرمایہ داری اور سامراجیت کی بیخ کنی کر دی ہے۔ یہی نہیں، ہم نے ایک نئی تنظیم بھی قائم کی ہے۔ لیکن جب تک پوری دنیا کے مزدور اور کسان مدد نہیں کریں گے؛ سوشلزم کے درخت کے سایہ سے دنیا کے لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے جو زمینداروں اور سرمایہ داروں کے ظلم وستم کا شکار ہیں۔ ہم اس کے لئے تیار ہیں اور اپنا نصب العین حاصل کرکے رہیں گے۔ وہ وقت آرہا ہے جب دنیا کے مزدور اور کسان اپنے آپ کو آزاد کریں گے اور اس طرح ہمارے انقلاب کو کامیاب بنائیں گے"۔

ہندستان کے آزادی حاصل کرنے سے بہت پہلے لینن کی متعدد کتابیں، کمیونزم، انسانوں کی مساوات اور انقلاب کے متعلق ان کی تصانیف کے ترجمے ہندی اور کئی اور ہندستانی زبانوں میں شائع ہوئے۔ گنیش شنکر ودیارتھی نے جو ہندی اخبار نویسی کی داغ بیل ڈالنے والوں میں ہیں، سن بیس کے دہ سال میں لینن اور

प्रताप पत्र-पुष्प' की चौथी पुस्तक

स्वाधीनता के पुजारी

बु.देव विद्यालङ्कार
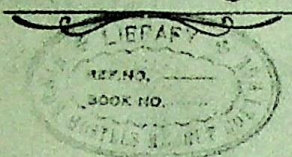
प्रकाशक,
प्रताप कार्य्यालय, कानपुर ।

प्रथम संस्करण १०००] सन् १९२५ ई० [मूल्य ।)

سوادھینتا کے پجاری
مصنف بدھ دیو ودیالنکار، ۱۹۲۵ء
میں روزنامہ پرتاپ کے
دفتر سے شائع ہوئی تھی جسے
ممتاز اخبار نویس گنیش شنکر
ودیارتھی نکالا کرتے تھے

اکتوبر انقلاب، روس کے معاملات میں بین الاقوامی سامراجی دخل اندازی اور پہلی عالمی جنگ کے دوران میں جرمنی اور یورپ کی صورتِ حال پر کثرت سے مضامین لکھے۔ اخبارات میں ان کے مضامین کو گنیش شنکر ودیارتھی کے شریشٹھ نیبندھ (منتخب مضامین) کے نام سے ایک کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے جسے آتما رام اینڈ سنس، دہلی نے ۱۹۶۴ء میں شائع کیا ہے۔ انہی ناشروں نے ان کے مضامین کا ایک دوسرا انتخاب کرم ویر گنیش شنکر ودیارتھی کے نام سے شائع کیا ہے۔

اس دوسرے مجموعہ میں لینن پر ایک مضمون ہے "یہاں سو رہا ہے ـــ وہ مہان ناشک" (برائی کو مٹانے والا) جس میں گنیش شنکر ودیارتھی نے لکھا ہے:

"شائد ایسی کوئی دوسری شخصیت نہیں ہو گی جس پر اتنی نکتہ چینی اور نفرت کی گئی ہو اور جس کا اس قدر خوف ہو۔ اسی کے ساتھ شائد ایسا بھی کوئی دوسرا انسان نہیں ہوگا جس کے ہاتھوں میں اس کے ہم وطنوں نے پورے اعتماد

کے ساتھ اپنا سب کچھ سونپ دیا ہو۔ لینن مجسم انقلاب تھے۔" یہ مضمون پہلی بار اخبار پرتاپ میں ۱۵ر جون ۱۹۲۵ء کو شائع ہوا۔

ایک دوسرے سیاسی تجزیہ میں جو گنیش شنکر ودیارتھی کے شریشٹھ نبندھ میں شامل ہے، ودیارتھی جی نے "بالشویزم کی لہریں" کے عنوان کے تحت انقلاب دشمنی اور سوویت معاملات میں بیرونی مداخلت کے کٹھن حالات کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے۔

"ہم اس ملک سے جہاں یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں، بہت دور رہتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ جاننا مشکل ہے کہ کون فریق حق پر ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ بالشویزم محض جذبات کا ریلا نہیں۔ دنیا کی تاریخ میں اس کی جگہ محفوظ رہے گی اور بہتیرے ملکوں کے لئے اس کے اثر سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔"

پیشین گوئی کے اسی لہجہ میں ودیارتھی نے آگے چل کر کہا:

"مانا کہ روس کے لوگ سوویت حکومت چاہتے ہیں۔ اس میں مداخلت کی کیا ضرورت ہے؟ اگر یہ کوئی اچھی چیز ہے تو باقی رہے گی۔ اگر بری ہے تو اس کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور دوسرے کوئی چیز اس کی جگہ لے گی۔"

پرتاپ کے دفتر سے ایک کتاب سوادھینتا کے پجاری ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے مصنف تھے بھودیو ودیالنکار اس میں اکتوبر انقلاب کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ یہ اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ ہے۔ اور یہ بتایا گیا تھا کہ جو قومیں سامراجی محکومی کے جوئے تلے دبی ہوئی ہیں ان پر اس انقلاب کا گہرا اثر پڑے گا۔ اس کتاب کا ایک اقتباس یہ ہے کہ: "انقلاب کوئی نئی چیز نہیں۔ لیکن انقلاب روس ۲۰ ویں صدی کا انوکھا واقعہ ہے۔ روس کا سرخ انقلاب ابھی حال میں رونما ہوا ہے۔ لیکن اس کے خوف سے انگلینڈ کے دل کی حرکت تیز ہو گئی ہے۔ انقلاب روس کے شعلے پوری دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ لیکن غلام قوموں پر اس کا بڑا اثر ہے۔ یہ کوئی راز کی بات نہیں کہ روس نے دنیا کی سیاسی و سماجی ترقی کو بہت آگے بڑھایا ہے۔ حالات کا بدلنا لازمی ہے گرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کس رخ بدلیں گے تاہم اتنی بات صاف ہے کہ استعماری کبھی چین سے نہیں بیٹھنے پائیں گے۔ آزادی کی لگن سے دنیا میں کتنے ہی انقلاب آیا کئے ہیں اور قرینہ یہ ہے کہ وہ پھر آئیں گے۔

"روس میں گذشتہ دو تین صدیوں میں بڑی مونریزیاں ہوئی ہیں، زار شاہی کے مٹ جانے سے ان کا ابھی خاتمہ ہوا ہے۔ ایسا آزادی کی لگن کی بدولت ہی ممکن ہو سکا ہے۔ آزادی زندگی کی جوت ہے، آزادی پر دنیا کھڑی ہے۔ آزادی بہادروں کی پکار ہے۔"

ورتمان روس کے نام سے ایک کتاب ۱۹۳۰ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی جس کے مصنف دیوورت شاستری تھے لینن کے متعلق اس میں ایک باب تھا۔ اس عظیم رہنما کے بارے میں شاستری جی نے لکھا:

"لینن کی شخصیت عجیب و غریب تھی۔ وہ لاثانی اور عظیم تھے۔ وہ نہایت عملی اور بہت باہنر انسان تھے وہ نہایت بے غرض تھے۔ اپنے اہلِ وطن کی خدمت میں انھوں نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔"
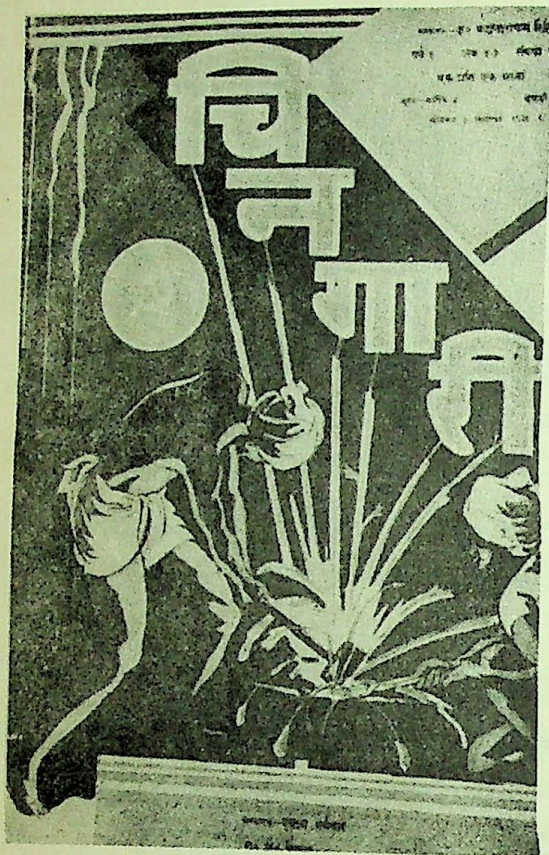
چنگاری
ہندی ہفتہ وار میں جو گیا صوبہ بہار سے نکلتا تھا، سلسلہ وار لینن کے سوانح حیات شائع ہوتے تھے مگر انگریزی حکومت نے اخبار کو بند کردیا۔

اس کے بعد مصنف نے لینن کی سادہ زندگی اور عادات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس پر زور دیا ہے کہ گو لینن سوویت حکومت کے صدر بن گئے ہیں، وہ ایک معمولی روسی مزدور کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔

۱۹۳۴ء میں سدانندن بھارتی کی لکھی ہوئی کتاب مہاتما لینن شائع ہوئی۔ دیباچہ میں مصنف نے لکھا کہ لینن صرف روس کے نہیں بلکہ پوری دنیا کے ہیں۔ ان کی سرگرمیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تمام کارنامے کسی معمولی انسان کے نہیں بلکہ کسی غیر معمولی شخصیت کے ہی کارنامے ہو سکتے ہیں۔

میں یہ بات ختم کرنے ہی والا تھا کہ میری میز پر ایک چھوٹی سی ۹۰ صفحوں کی کتاب آئی جو زمانہ کے سرد و گرم سے بوسیدہ ہو رہی تھی۔ اس کا نام تھا لینن اور وہ گیا صوبہ بہار سے ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ میرے پاس لوری گاؤں کے کتب خانہ سے آئی تھی۔ اس کے مصنف گرجا کمار سنہا نے مجھے بتایا کہ وہ کتاب کیونکر لکھی اور شائع کی گئی تھی۔ بہار میں چند روزہ عوامی وزارت سے فائدہ اٹھا کر گیا میں چند انقلابیوں نے شیام برتھوار کی سرکردگی میں کمیونسٹ خیالات کی تبلیغ اور ارضِ لینن کے کارناموں کے پرچار کی غرض سے ایک ہفتہ وار شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جنوری ۱۹۳۹ء

میں ہفتہ وار چنگاری کا اجرا ہوا جس کے سرورق پر ہتھوڑا لئے ہوئے ایک مزدور اور درانتی لئے ہوئے ایک کسان کا خاکہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر شیام برتھوار تھے جو ۱۹۳۷ء میں انڈمان سے رہا ہوئے تھے اور گرجا کمار سنہا اس کے جائنٹ ایڈیٹر تھے۔ اس اخبار میں لینن کی سوانح حیات سلسلہ وار شائع ہونی شروع ہوئی جس کے مصنف گرجا کمار سنہا تھے۔ لیکن جب دوسری عالمگیر جنگ چھڑی اور عوامی وزارت ختم ہوگئی تو انگریزی حکومت نے اس ہفتہ وار کو بند کر دیا۔ بعد میں وہ چھاپہ خانہ بھی بند کر دیا گیا جہاں یہ اخبار چھپتا تھا۔ یہ چھاپہ خانہ نوجوان کمیونسٹ اور سابق اسیر انڈمان ہزارہ سنگھ کی یاد میں قائم کیا گیا تھا جو جمشید پور میں ایک اسٹرائک کی رہنمائی کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اس چھاپہ خانہ میں آخری چیز جو چھپی وہ یہی لینن کے سوانح تھے جس کے کچھ حصہ ہفتہ وار چنگاری میں سلسلہ وار شائع ہوئے تھے۔

یہ سوانح حیات ماسکو سے چھپی ہوئی کسی کتاب پر مبنی تھی جو غیر قانونی طور پر ہندستان پہنچی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کتاب میں اس عظیم رہنما کے متعلق مستند اور صحیح حالات درج ہیں۔ چنانچہ سن بیس اور تیس کے دہ سالوں میں ہندی میں لینن کے جو سوانح شائع ہوئے ان میں شائد یہ سب سے عمدہ سوانح حیات ہے۔ مصنف کو ماسکو کی اس کتاب کا نام یاد نہیں جس پر وہ مبنی تھی مگر وہ کہتے ہیں کہ اس پر کسی ایک مصنف کا نام نہیں تھا۔ غالباً کئی آدمیوں نے اسے مل کر لکھا ہوگا۔

جب وہ کتاب چھپ کر آئی تو ان تمام لوگوں کی جو ۱۹۴۰ء میں سامراجی جنگ کے مخالف تھے، دھر پکڑ ہونے لگی تھی۔ اس کتاب کی تمام جلدیں کہیں چھپا کر رکھ دی گئیں اور وہاں سے کھو گئیں۔ پوری گاؤں کے چھوٹے سے کتب خانہ میں جو نسخہ رہ گیا ہے وہ شائد اس کا واحد نسخہ ہے۔

یہ اور اس طرح کی دوسری کتابیں جو ہندستان میں لینن کے متعلق شائع کی گئیں، ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بیرونی حکمرانوں سے جدوجہد کرنے میں کتنی چالاکی اور ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ عوام کی پیش قدمی کی کوئی انتہا نہیں۔ انگریز حکام لینن اور ان کی رہنمائی میں ہونے والے عظیم انقلاب کے متعلق سچائی کو ہندستانی عوام تک پہنچنے سے روکتے تھے، مگر ہندستانی محبانِ وطن ان کی آہنی دیوار کو توڑ کر کسی نہ کسی طرح سچائی تک پہنچ ہی جاتے تھے۔ نہایت دلیری سے انھوں نے بیرونی حکمرانوں کے احکامات کی دھجیاں بکھیر دیں اور سچائی کو اپنے ہم وطنوں تک پہنچایا اور پھیلایا۔

۵

کوہ قامت انسان

لینن! جب کبھی تمھارا خیال آتا ہے
میرے دل میں گرم خون رواں ہوتا ہے
تمھارا نام سنتے ہی شاہوں کے دلوں پر بجلیاں گرنے لگتی ہیں
تمھاری مساوات کی تعلیم بارود ہے
جس سے انسان کا حرص و ہوس کا جذبہ جل کر خاک ہوجاتا ہے

—— ک۔ پٹاپاکی
ایک کنڑی نظم سے

تامل، ملیالم اور کنڑی زبانوں میں لینن کے متعلق نظمیں لکھی گئی تھیں۔ تامل شاعر بھاسکر آدی مورتی نے بالشویزم، لینن، بالشویک رہنما اور ان کے ہمعصر ہندستان کے قومی رہنما موہن داس کرم چند گاندھی کی شخصیتوں کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔
انھوں نے اپنی نظم لینن کے نام میں نہایت شدت احساس کے ساتھ اس بالشویک رہنما کے متعلق کہا ہے

تم وہ اوتار ہو
جو زار اور اس کے کنبہ کو

مٹانے آئے

انصاف کا مجسمہ بن کر

اپنی ایک اور نظم میں لینن اور گاندھی کا موازنہ کرتے ہوئے انھوں نے لکھا کہ دونوں مہاتماؤں کا موازنہ کرنا اور یہ بتانا کہ کون زیادہ بڑا ہے اور کس کا طریقہ کس سے بہتر ہے، بہت مشکل ہے۔ اس طرح کا موازنہ فضول بھی ہے۔ سب کی بھلائی کے لئے برائی کو مٹانا ضروری ہے۔ اگر سب کی بھلائی ہی واحد مقصد ہو تو پھر اس کے راستہ سے ہر رکاوٹ کو دور کرنا ضروری ہے خواہ اس کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرنا پڑے۔ فطرت بھی اس سچائی کی شہادت دیتی ہے۔

" ہماری اُجاڑ دھرتی کو پانی چاہئے

" پانی سمندر سے ملتا ہے

" بادل بن کر

" وہ کھیتوں پر برستا ہے۔"

انھوں نے آگے چل کر لکھا کہ ہندو پرانوں میں ہے کہ بھگوان شیو نے اپنے دشمنوں کو اتنا ہنسایا کہ وہ ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا کسی پاکیزہ مقصد کو حاصل کرنے کے مختلف طریقوں میں کسی کی برتری یا اس کے برعکس ثابت کرنے کی کوشش غیر ضروری ہے۔

" برائی کو مٹانا ضروری ہے

" تاریکی کو مٹا کر ہی

" سورج کی کرنیں چمکتی ہیں۔"

لینن پر سب سے ابتدائی کتابوں کی تلاش میں مجھے بہت نشیب و فراز سے گزرنا پڑا۔ میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ کتابوں کے بارے میں کوئی کتاب لکھنا اتنا مشکل کام ہوگا۔ دشواری زیادہ اس لئے ہوگئی کہ بہت سی کتابیں جن کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے نایاب ہیں جن سے ماہرین بھی واقف نہیں۔ مجھے ہندستان کے مختلف علاقوں میں اپنے سرکاری کام کے سلسلے میں جب کبھی جانا پڑا میں نے ایک حد تک پرانی کتابوں کی تلاش اور جستجو میں وقت لگایا۔ لیکن یہ سفر شاذ و نادر ہی ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے سب سے سستا اور پامال طریقہ اختیار کیا یعنی خط و کتابت سے کام لیا۔ میں نے ہندستان کے سب سے بڑے کتب خانوں کی فہرست تیار کی اور انھیں خط لکھ کر لینن پر ان کتابوں کی فہرست مانگی جو ہندستان میں شائع ہوئی تھیں۔ اس کا نتیجہ میری توقعات سے بہت زیادہ نکلا۔ ان میں سے اکثر کتب خانوں نے فہرست ہی نہیں بلکہ کمالِ مہربانی سے کتابیں بھی بھیجنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ایک روز مجھے کنڑی زبان کی ایک کتاب ملی جس کا نام تھا دس میں غریبوں کا نجات دہندہ ــــ نکولائی لینن۔ مصنف کا نام گورکھا اور شائع کرنے والے کا کرشنا گرونگم تھا۔ لیکن اس کا میرے لئے کوئی مطلب نہیں تھا۔

ವಂದೇಮಾತರಂ
ಕರ್ನಾಟಕೋ ವಿಜಯತೇ
ಶ್ರೀ
ಸರಸ್ವತೀ ಭಾರತಭಕ್ತ ಗ್ರಂಥಮಾಲಾ.
(ಮಾಸ್ಯಾಸಿಕ)
ಹುಬ್ಬಳ್ಳಿ.

ರಶಿಯಾದ ದರಿದ್ರೋದ್ಧಾರಕನಾದ
ನಿಕೋಲಸ್ ಲೆನಿನ್.
(ಹತ್ತೊಂಬತ್ತನೇ ಕುಸುಮ.)

ಲೇಖಕ:— ಗೋರಖ
ಸಂಪಾದಕ:— ಕೃಷ್ಣ ಗುರು ಜಂಗಮ.

ಮುದ್ರಿತ ಪ್ರತಿ. ೧೦೦೦ ಪ್ರತಿಗಳು
[ಈ ಪುಸ್ತಕದ ಎಲ್ಲ ಸ್ವಾಮ್ಯವು ಸಂಪಾದಕರಿಂದ ಕಾಯ್ದಿಟ್ಟಿದೆ.]

ತಾ|| ೨೦-೧೧-೨೩.]   ವರ್ಷ ೨.   [ಬೆಲೆ ೦-೪-೦.
ವಾರ್ಷಿಕ ಚಂದಾ ರೂ. ೩|| ; ಅಂಚೆ ವೆಚ್ಚ ಬೇರೆ.

کنٹری کی کتاب
روس میں غریبوں کا نجات
دھندہ نکولائی لینن کا سرورق
یہ کتاب جس کے مصنف "گورکھ" تھے
۱۹۲۴ء میں ہبلی میں شائع ہوئی تھی

لیکن یہی بات کیا کم تھی کہ میسور ریاست کے ایک دور دراز شہر میں ۱۹۲۳ء میں ایک کتاب لکھی گئی۔ اس سے ظاہر تھا کہ روس کی ہوائیں ہبلی تک پہنچ گئی تھیں جہاں قدیم وجیانگر سلطنت کے زمانہ کے بعد سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ اس سوانح حیات کی صرف ایک ہزار کاپیاں چھپی تھیں۔ ۲۰ نومبر ۱۹۲۳ء اس کا مسودہ پریس میں بھیجا گیا تھا اور جنوری ۱۹۲۴ء کی کسی تاریخ کو لینن کی وفات سے کچھ ہی روز پہلے یہ کتاب چھپ کر آئی۔

میسور شہر کے کتب خانہ کے بڑے لائبریرین نے نہایت مہربانی سے اس کتاب کا ایک نسخہ مجھے بھیجا۔ شاید آج یہی ایک نسخہ موجود ہے۔ مقدمہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو مارکسزم لینن ازم کے نظریہ سے واقفیت ضرور تھی مگر وہ خود مارکسی نہیں تھے۔ کوئی مارکسی مغرب کے سرمایہ دار ملکوں کے طبقات کا موازنہ ہندستان کی ذات پات سے نہیں کرے گا۔ طبقات کی ابتدا اور نشوونما بیان کرنے کا مصنف کا اپنا طریقہ ہے۔ لیکن خود اپنے عہد کے بارے میں انھوں نے صحیح لکھا ہے کہ یہ سرمایہ دار عہد ہے جس میں محنت کش طبقے سرمایہ داروں کی عوام دشمن پالیسی کی مخالفت

کرتے ہیں، اور اپنے حقوق اور سیاسی اقتدار کا تحفظ کرتے ہیں اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے انھیں متحد ہونا چاہئے۔

مصنف نے لکھا کہ "عین اسی موقع پر ایک شہرہ آفاق عظیم انسان سامنے آیا جس نے غریبوں کا ساتھ دیا اور انھیں جدوجہد کے لئے متحد کرنے میں غیر معمولی صلاحیت کا ثبوت دیا۔ یہ تاریخی شخصیت نکولائی لینن کی ہے۔ اپنی طویل جدوجہد اور پاکیزہ اور سچے نصب العین کے ذریعہ انھوں نے مزدور طبقہ اور طالب علموں میں نئی روح پھونکی اور انھیں ایک عہد نو کی داغ بیل ڈالنے کی جدوجہد کے لئے تیار کیا۔"

برسوں کی شدید جدوجہد اور تیاریوں کے بعد " لینن کی پارٹی نے زار کو شکست دی اور پورے روس کی آزادی کا اعلان کیا۔ یہ عظیم الشان واقعہ، ۷ نومبر ۱۹۱۷ء کو رونما ہوا۔"

یہ ایک عجیب بات ہے کہ گ۔ و۔ کرشنا راؤ نے بھی اکتوبر انقلاب کو اعلانِ آزادی سے تعبیر کیا تھا۔ ممکن ہے کنٹری کتاب کے مصنف نے کرشنا راؤ کی کتاب سے استفادہ کیا ہو۔ گ۔ و۔ کرشنا راؤ کی طرح انھوں نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ روسی سلاووں نے عصری خیالات میں ہی تبدیلیاں نہیں کیں بلکہ آنے والی صدیوں کے لئے بھی اس میں دوررس اثرات موجود ہیں۔ لیکن وہ یہ کہنا بھول گئے کہ اس تاریخی واقعہ میں صرف روسی سلاووں نے ہی نہیں بلکہ زار روس کی سلطنت کی تقریباً تمام قوموں کے لوگوں نے حصہ لیا تھا۔

مصنف نے آگے چل کر لکھا ہے کہ " روس کی آزادی، سوویت سوشلسٹ نظام کا کھلا اعلان تاریخی اہمیت کے واقعات ہیں کیونکہ بنی نوع انسان کے خیالات اور تصورات پر ان کا گہرا اثر پڑا ہے۔ روسی سماج کی از سر نو تعمیر اور اس کے احیا میں جو بھی سماجی اور معاشی رکاوٹیں ہوں، ۱۹۱۷ء کا انقلاب روس دنیا کی ترقی کی راہ میں ایک نئی منزل ہے۔ اس کی بدولت بہتیرے لوگوں کے خیالات میں بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اس تمام جدوجہد کے عظیم منتظم کی زندگی جو ان کی سرگرمیوں اور زکاوت کی زبردست طاقت سے منور ہے، نکولائی لینن کی زندگی، انقلابی اتھل پتھل کے اس عہد کی تاریخ ہے۔

" اس فتح عظیم کے نقارہ کی گونج تمام ملکوں میں سنائی دے گی اور مزدور طبقے کی تنظیموں میں اس سے نیا عزم و حوصلہ پیدا ہوگا اور ان میں بھی اسی طرح کی سرگرمیاں شروع ہوں گی۔ مزدوروں کی ہر یونین اپنے طبقاتی (کمیونسٹ) پرچم کے تحت متحد ہو کر اسی طرح کی فتح حاصل کر سکے گی کیونکہ آنے والا عہد ان کا ہے۔ انقلاب روس نے ساری دنیا کے لئے اعلان کر دیا ہے کہ محنت کا عہد شروع ہو چکا ہے۔ لینن کی پارٹی نے اعلان کیا ہے کہ آزادی، مساوات اور اخوت کے عظیم نعروں کو عمل میں لانے کا وقت آگیا ہے۔"

اس کنٹری کتاب کے کئی صفحات اس لائق ہیں کہ انھیں یہاں نقل کیا جائے۔ اس میں حیرت انگیز طور پر مستند واقعات اور صحیح حالات جمع کئے گئے ہیں۔ مصنف نے لینن کے بڑے بھائی الکزینڈر اولیانوف کی موت، ان کی ماں کے

غم اور اولیانوف خاندان کے لوگوں کے اس عزم کا کہ وہ زار کے ظلم اور بربریت کے خلاف آخر تک جدوجہد کرتے رہیں گے، نہایت پُراثر نقشہ کھینچا ہے۔ پہلے باب کا عنوان ہے "پیدائش"، جس میں لینن کے بچپن کے حالات ہیں۔ دوسرا باب ہے "روپوشی کی زندگی"، جس میں دکھایا گیا ہے کہ لینن مارکسزم کے عالم اور ابتدائی مارکسی حلقوں اور یونینوں کے منتظم بنے۔ تیسرا باب ہے "یورپ میں سرگرمیاں" اس میں مصنف نے بتایا ہے کہ لینن نے بین الاقوامی مزدور تحریک میں تمام موقع پرستوں اور ترمیمیت پسندوں کی تحریفوں کے خلاف مزدور طبقہ میں اتحاد قائم کرنے اور مارکسی آئیڈیالوجی کی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لئے کیا جدوجہد کی۔ چوتھا باب ہے "روس کے لوگوں کی عظیم بیداری"۔ پانچواں ہے "پارٹی کی تجدید حیات" ان دونوں ابواب میں لینن کی سرگرمیاں ۱۹۰۵ء میں روس کے انقلاب کے دوران، روس میں رجعت کے زمانہ میں بتائی گئی ہیں اور دوما میں ان کے ذریعہ کمیونسٹ پارٹی اور بالشویک جماعت کی رہنمائی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مصنف نے لکھا ہے: "اگرچہ لینن پولینڈ میں شہر کراکف میں رہا کرتے تھے لیکن پیترو گراد ہی نہیں بلکہ پورے روس میں تحریک پر ان کا کنٹرول تھا۔۔ لینن ہمیشہ بالشویکوں کی ہمت افزائی کرتے رہتے تھے اور انھیں کبھی پست ہمت نہیں ہونے دیتے تھے اور نہ جدوجہد ترک کرنے دیتے تھے۔ ان کے جیسے رہنما کی روشنیٔ طبع نے ان میں سے اکثر وبیشتر مسائل کو حل کیا جو عظیم کارناموں کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ لینن جیسے انسان کی ذہانت اور تیزی کا ہی نتیجہ تھا کہ روس کے مجاہدینِ آزادی کو ایمان اور ہمت کے زائل ہونے کی رسوائی نہیں اٹھانی پڑی۔"

دوسری انٹرنیشنل کے رہنماؤں کو بے نقاب کرنے کے لئے لینن کی جدوجہد کا خاص طور سے ذکر کرنا ضروری ہے۔ مصنف نے خاص طور سے توجہ دلائی ہے کہ پہلی عالمگیر جنگ کا تجزیہ کر کے لینن نے بتایا کہ وہ سامراجی جنگ تھی اور لینن نے اس سامراجی جنگ کو سامراج دشمن جنگ میں بدلنے کے لئے جدوجہد کی۔ مصنف اس بات سے بھی واقف ہے کہ لینن نے سوئٹزرلینڈ میں سوشیل ڈیموکریٹوں کو متحد کرنے کی کوشش کی اور اپنی تقریروں میں دوسری انٹرنیشنل کے رہنماؤں کی غداری کو بے نقاب کیا۔ "صبح آزادی" ایک اور باب کا عنوان ہے جس میں وہ اکتوبر انقلاب کی تیاریوں کا ذکر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ انقلاب کوئی بے نظم، بے ساختہ واقعہ نہیں تھا بلکہ بالشویک پارٹی اور اس کے رہنما لینن کا ایک ایسا کارنامہ تھا جس کا نہایت عمدہ منصوبہ بنایا گیا تھا۔ مصنف کا کہنا ہے کہ انقلاب کی فتح سے بہت پہلے لینن نے دھیان سے ایسے سوالوں کا مطالعہ کیا تھا جیسے بینکوں کا قومیانہ، غذا کا مسئلہ، بیرونی تعلقات اور پالیسی کے معاملات کے متعلق فیصلے کئے تھے۔ لہٰذا اس کا کوئی خطرہ نہیں تھا کہ ان کی پارٹی واقعات کی رَو میں بہہ جائے گی۔ اقتدار حاصل ہونے کے بعد لینن اپنے نظریوں اور منصوبوں کو احتیاط سے عملی جامہ پہنانے لگے۔ انھیں کوئی ڈر نہیں تھا کیونکہ غریبوں کی غالب اکثریت قدرتی طور پر ان کی پارٹی کی حامی تھی۔ غرض کہ دشمنوں سے گھبرائے بغیر وہ غریبوں کی خدمت اور اپنی پوزیشن کو مضبوط کرتے رہے۔ تیسری انٹرنیشنل کی کانگریس منعقد کرنے کا سہرا دراصل

انھیں کے سر ہے۔ انھوں نے اجلاس کی کامیاب رہنمائی کی۔ تب انھوں نے روس کے تمام سابقہ علاقوں کو آزاد کیا اور روسی سوشلسٹ جمہوریہ قائم کی۔ اس میں ذرہ برابر شبہہ نہیں کہ روس کے غریب لوگوں کو لینن کی برسوں کی انتھک جدوجہد کی بدولت ہی فوج اور امرا کے جوئے سے نجات ملی۔

ایک باب میں جس کا عنوان "لینن کے عظیم اور اہم خیالات" ہے مُصنف نے لکھا ہے کہ لینن کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ حقیقی اور سچی جمہوریت قائم کریں" چنانچہ اس سلسلے میں پہلا قدم یہ تھا کہ لینن نے قدیم زمانہ سے سچی جمہوریت تک ریاستی ڈھانچے کی تمام شکلوں کا مفصل مطالعہ کیا۔ مصنف کے قول کے مطابق لینن نے یہ ضروری سمجھا کہ "اکثریت (یعنی غریبوں) کی آمریت یعنی پرولتاری آمریت جمہوری خطوط پر قائم کی جائے۔ مارکس اور اینگلس جیسے عظیم انسانوں نے بھی اپنی تصانیف میں یہ لکھا تھا۔ انقلاب روس کے بعد لینن نے اپنے خیالات کو عملی جامہ ہی نہیں پہنایا بلکہ اپنے کام میں بڑی حد تک کامیابی بھی حاصل کی"۔

مگر مصنف نے سوال کیا ہے کہ کون یہ برداشت کرے گا کہ جس چیز سے وہ برسوں سے پوری آزادی سے فائدہ اٹھاتا آیا ہے، اس سے وہ محروم کردیا جائے۔

"چنانچہ سابقہ محکوم طبقوں کے ہاتھ سے اقتدارِ حکومت جیوں ہی گئی، وہ طرح طرح کی سازشیں کرنے لگے اور دنیا پر یہ ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی کہ لینن کا 'دماغ ٹھیک نہیں' ہے۔ اور یہ کہ وہ دنیا میں جمہوریت کے پاکیزہ اصول کو مٹا رہے ہیں"، وہ چیخ پکار مچانے لگے کہ اس بیسویں صدی میں آمریت قائم کرنا شرمناک ہے، اس آمریت کو ختم کرکے جمہوری نظام کو دوبارہ قائم کرنا چاہئے جو اس صدی کے لئے موزوں تو ہے ہی، اس سے فرد کی آزادی کی ضمانت ہوتی ہے۔

ہندستانی قارئین سے مخاطب ہوتے ہوئے مصنف نے انھیں آگاہ کیا ہے کہ" دنیا کے دولتمند اپنی ناراضگی میں چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ لینن کی مذمت کرنے کے لئے جلسے اور کانفرنسیں کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ شیطان بھی کتب مقدسہ کا حوالہ دیتا ہے۔ ان سرمایہ داروں نے عام جمہوریت سے خالص آمریت کا موازنہ کیا اور لینن کے خیالات کا ہر طرح مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ لیکن لینن مثل شیر کے ہیں جسے کتے اور گیدڑ خوفزدہ نہیں کر سکتے"۔

مصنف نے اس پر زور دیا ہے کہ لینن کے پاس تمام اعتراضات کا چپ کر دینے والا جواب ہے۔ اور وہ یہ کہ موجودہ نظام سچی جمہوریت نہیں۔ وہ مٹھی بھر دولتمندوں کی حکومت ہے۔ اس کا ثبوت ووٹر بننے کی شرائط ہیں۔ ان حالات میں میرے ملک کے عوام کی آمریت ضروری ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ ہمیشہ قائم رہے۔ یہ سچی جمہوریت کی طرف پہلا قدم ہے۔ تاریخ میرے خلاف نہیں بلکہ میرے ساتھ ہے۔ میرے عوام کی آمریت کا مقصد بالآخر شکست خوردہ سرمایہ داروں اور ان کے حاشیہ نشینوں کو مٹا دینا ہے جو ابھی بھی طاقتور اور پوری طرح مسلح ہیں اور ان میں یہ صلاحیت ہے کہ غریبوں کے مفاد کو نقصان پہنچا سکیں۔

انھوں نے بتایا کہ لینن نے تقریر کی آزادی بخشی، سرمایہ داری کی پوری ملکیت کو تومیالیا۔ اس نے مزدوروں اور عام انسانوں کو منظم کیا اور انھیں ملک کی حکومت میں ان کا جائز مقام دیا۔ ایسی ہی حکومت کو سوویت سوشلسٹ جمہوریہ کہتے ہیں۔ اسے کمیونسٹ حکومت بھی کہتے ہیں۔"

آخری باب میں جس کا عنوان "نکولائی لینن" ہے، مصنف نے لینن کی بہت ہی شاندار اور پُراثر تصویر کھینچی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ دنیا کے مختلف حصّوں سے لوگ "انقلابِ روس کے اس شہرہ آفاق رہنما کو دیکھنے آتے ہیں۔ کھلے ہوئے گلاب کی خوشبو کون نہیں سونگھنا چاہتا؛ شہد کی مکھّی کو شہد جمع کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سورج دنیا کی خوشامد نہیں کرتا کہ اس کے گرد چکر لگائے۔ اس کی تیز کرنیں ہر کسی کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں۔ پھر کیا تعجب ہے کہ لوگ لینن جیسے مہاتما کے درشن کرنے کے لئے بے چین ہیں؛ تمام زائرین اور نمائندے جنھوں نے ان کو دیکھا ہے، دل سے ان کے مداح ہیں۔ وہ ان کی شخصیت سے متاثر ہیں۔ وہ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ جو دشمنوں کے لئے قہر ہیں، عام لوگوں کے لئے رحم و مہربانی کا پتلا ہیں۔ ان کے چہرے کی جوت ابدی امن کی نشانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انتہائی پیچیدہ حالات میں بھی وہ اپنے دماغ کا توازن برقرار رکھتے ہیں۔ انھیں خود اپنی ذاتی منفعت کے لئے ٹال مٹول کی ضرورت نہیں۔ وہ سچ بات کہنے سے نہیں ڈرتے۔ سچائی سے ان کی ہمت بڑھتی ہے۔ وہ لائڈ جارج، کلیمنشو اور پوآن کیرے کو چور اور دغا باز کہنے سے نہیں جھجکے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کتنے بے باک اور نڈر انسان ہیں۔ ان کی بیس پچیس برس کی لگاتار اور انتھک کاوشوں کو ان کی ذکاوت کو جس نے روس کے جہادِ آزادی کے سفینہ کو سیکڑوں غرقاب چٹانوں سے بچاتے ہوئے آگے بڑھایا ہے، پوری طرح بیان کرنا ناممکن ہے۔ اگر ہم یہ سوچیں کہ ان کے راستے میں کتنی دشواریاں اور خطرات تھے تو ہمیں یہ یقین کرنے میں تامل نہیں ہوگا کہ وہ ایسے انسان ہیں جو حالات کے آگے سر نہیں جھکاتا..... وہ غریبوں کے سچے دوست ہیں۔ یہ ساری خوبیاں اگر کسی ایک آدمی میں جمع ہوں تو ہم اسے انسانوں میں ایورسٹ (ہمالہ کی سب سے اونچی چوٹی) کیوں نہ کہیں، لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی تمام خوبیوں کا بیان نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ لینن جیسی شاندار اور دنیا کی عظیم ترین شخصیت کو بھی احاطہ تحریر میں لانا اسی قدر ناممکن ہے۔"

ظاہر ہے کہ کنتڑی زبان میں لینن کی یہ سوانح حیات ۲۱ جنوری ۱۹۲۴ء کو ان کی وفات کی خبر ملنے سے پہلے لکھی اور شائع کی گئی تھی۔ یہ کتاب کے آخری پیرا سے بھی ظاہر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "تین مرتبہ یہ افواہ اڑائی جا چکی ہے کہ وہ مر گئے۔ لیکن خدا کی عنایت سے یہ خبر غلط ثابت ہوئی۔ جو شخص ابھی زندہ ہے، اس کی کہانی یقیناً نامکمل ہوگی۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی لمبی عمر ہو اور وہ تندرست و توانا رہیں تاکہ دنیا کو اور زیادہ فائدہ پہنچا سکیں اور انسانیت جو اتنے دنوں سے امن کی متلاشی ہے، اسے امن دے سکیں۔"

٦

پہلی اردو سوانح عمری

ہوائے روس سے لے لو ذرا پیغامِ بیداری
ملیں اجزا تو ہوگا چارۂ دردِ نہاں پیدا
ہماری زندگانی کیا، بہم اضداد کا ملنا
عناصر سے ہوا ہے اتحادِ جسم و جاں پیدا
تماشا دیکھنے والی تو یہ ساری خدائی ہے
مگر گلشن میں کم ہوں گے گلوں کے راز داں پیدا
بہ رنگِ خضر طے کر انقلابِ نو کی منزل کو
اسی جادے سے ہو جائے گی عمرِ جاوداں پیدا
حدیثِ زار کو رخصت کیا ہے جاں فروشوں نے
مگر ہم دیکھئے کرتے ہیں کب ہندوستاں پیدا
خموشی ہیں تری اے دوست معنی آفرینی ہو
نظر سے کر دہن پیدا، دہن سے کر زباں پیدا
نہ گھبرا سخت گیری سے جواں رکھ حوصلے اپنے
یہ مشکل کی گئی ہے بر سبیلِ امتحاں پیدا

یہ جرأت روسیوں کی متحد ہو کر بتاتی ہے
اگر ہمت کریں ہم بھی تو ہو اپنا نشاں پیدا
عزیزؔ احساسِ غیرت ہو تو یہ عہدِ غلامی کیسا
مگر جذبات کے شعلوں سے ہوتا ہے دھواں پیدا

—عزیزؔ لکھنوی کی غزل کے چند اشعار
مورخہ ۱۲ر جنوری ۱۹۱۸ء

یہ کہنا مشکل ہے کہ ہندستان کی کس زبان میں لینن کی پہلی سوانح عمری شائع ہوئی۔ لینن کے متعلق سب سے پہلے جن مصنفین نے لکھا ان میں ہندستان کے جہادِ آزادی کے ممتاز رہنما مولوی برکت اللہ بھی تھے۔ لینن نے مشرق کے ملکوں کی قومی آزادی کی تحریک کے مسئلہ پر کافی توجہ دی تھی۔ انھوں نے ہندستان کے حالات و واقعات کا دلچسپی سے مطالعہ کیا تھا جہاں سے عظیم اکتوبر انقلاب کے بعد آزادی کی جدوجہد میں بہت توسیع ہوئی تھی۔ ہندستان سے متعدد لوگ ان سے ملے تھے۔ وہ ان سے مختلف مسائل پر گفتگو کرتے اور ہندستان کے حالات کے متعلق سوالات کرتے۔ لینن کی مکمل تصانیف میں ہمیں ان ہندستانیوں کے نام ملتے ہیں جنھوں نے لینن سے ملاقات کی تھی۔ پہلا ہندستانی وفد ان سے ۲۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ملا اور مئی ۱۹۱۹ء میں ایک وفد نے ملاقات کی جس میں مولوی برکت اللہ، راجہ مہندر پرتاپ اور م۔ ٹ۔ اچاریہ وغیرہ تھے۔

لینن کی منتخب تصانیف (روسی ایڈیشن) کی ۳۸ ویں جلد میں لکھا ہے کہ "۷ر مئی ۱۹۱۹ء کو انڈین نیشنل کانگریس کے ایک ممبر پروفیسر برکت اللہ نے جو غیر سرکاری دورے پر ماسکو آئے تھے، لینن سے ملاقات کی۔ وہ امیر افغانستان کی طرف سے آئے تھے اور انھوں نے مشرق کے حالات کے متعلق نیز برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد میں افغانستان کو مدد پہنچانے کے امکان کے بارے میں لینن سے گفتگو کی"۔

مولوی برکت اللہ لینن سے بہت متاثر ہوئے اور ہم ان کی رائے کا اندازہ اس مضمون سے کر سکتے ہیں جو انھوں نے قزاخ حکومت کے ترجمان اخبار "ازوستیا" کے لئے لکھا تھا۔ یہ مضمون "ولسن اور لینن" کے عنوان سے اخبار کے شمارہ ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ میں مورخہ ۲۵ر مارچ اور یکم اور ۸ر اپریل ۱۹۲۰ء کو چھپا تھا۔ میں قارئین کی توجہ اس مضمون کے اقتباسات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

صدر ولسن کے مشہور "چودہ نکات" پر رائے زنی کرنے اور جنگ چھیڑنے کے لئے سامراجیوں کی مذمت کرنے کے بعد مولوی برکت اللہ لکھتے ہیں:

"پھر اس ملک سے جس سے توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی ایک غیر معمولی دوررس نگاہ رکھنے والا شخص

اٹھا جس نے بدی کی جڑ پر ہی کاری ضرب لگائی۔ ۱۹۱۷ء میں روس کے اکتوبر انقلاب نے کامریڈ لینن کو عالمی میدانِ عمل کے بیچوں بیچ لا کھڑا کیا اور انھوں نے اپنا رول نہایت خوبی سے ادا کیا۔

"دنیا سے ناانصافی، افلاس اور جنگ کو تبھی مٹایا جا سکتا ہے جب سماج کی بنیادیں ہی سرے سے بدل دی جائیں۔ جس طرح سورج، ہوا اور بارش کا پانی سبھی جانداروں کی مشترک ملکیت ہیں، اسی طرح ضرورت اور آرام و آسائش کی دوسری چیزیں بھی تمام لوگوں کی مشترکہ ملکیت ہونی چاہئیں۔ اور موجودہ حالات میں یہ مقصد صرف پرولتاریہ کی آمریت کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ لینن اور ان کے ساتھیوں کو ان اصولوں کی پوری صحت کا پکّا یقین ہے اور انھوں نے روس میں ان لوگوں کی حکومت قائم کی ہے جو پوری قومی دولت پیدا کرتے اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایسے زبردست مسائل کی موجودگی میں انسانی مصائب کو کم اور سماجی برائیوں کو دور کرنے کے تمام نسخے ناکام ہو چکے۔ اپنی آزادی کے لئے جنھوں نے جہاد کا علم بلند کیا ہے انھیں اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے اس سے اچھی کوئی راہ نہیں مل سکتی۔"

یہ دکھانے کے بعد کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اس کے صدر مسٹر ولسن کو بنی نوع انسان کی مدد کرنے کا ایک موقع ملا تھا مگر انھوں نے یہ موقع ہاتھ سے کھو دیا، مولوی برکت اللہ لکھتے ہیں:

"لینن نے خود یہ موقع پیدا کیا اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ لینن نے اپنی ذات میں دنیا کی ان تمام ترقی پسند قوتوں کو جمع کر لیا ہے جو اپنے اظہار کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ ایسے شخص ہیں جن کے نام سے ہمارے زمانہ کو یاد کیا جائے گا اور جو ماضی کے سورماؤں سے بہت بلند و بالا ہیں۔

"میرا خطاب روس کے تمام لوگوں سے ہے اور میری ان سے اپیل ہے کہ وہ اپنے ممتاز رہنما کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچیں، خانہ جنگی کو ختم کریں اور غلام بنانے والوں، سرمایہ داروں اور سامراجیوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کریں۔ روس کے لوگ ایک آدرش کے نام پر آج جن مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں، اس کی داستان زریں حروف میں لکھی جائے گی۔ ایک مشرقی ملک کے نمائندے کی حیثیت سے میں مشرق کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ ہمارے لئے وہ وقت آگیا ہے کہ ہم پرانے بتوں کو توڑ دیں اور اپنے نئے فرائض مرتب کریں۔"

مولوی برکت اللہ آخر میں لکھتے ہیں: "کامریڈ لینن نے سچی آزادی، مساوات اور بھائی چارے کا علم بلند کیا۔ آیئے ہم اس جھنڈے کے گرد جمع ہوں اور پوری نسلِ آدم کی آزادی کے لئے جد و جہد کریں۔ آپ اپنے سامنے کامریڈ لینن کی مثال رکھیں جنھوں نے مشرق کے لوگوں کے دل جیت لئے ہیں اور توقعات سے کہیں زیادہ کامیابیاں حاصل کی ہیں۔"

مولوی برکت اللہ کی کتاب "بالشویزم اور اسلامی معاشرہ"، تاشقند میں ۱۵ ر مارچ ۱۹۱۹ء کو شائع ہوئی

تھی۔ یہ کتاب فارسی، عربی اور ہندستانی تینوں زبانوں میں چھپی تھی۔ اس میں بے باکی سے پورے یقین کے ساتھ کہا گیا ہے:

"زار کی شخصی حکومت کی تاریک اور لمبی راتوں کے بعد روس کے افق پر انسانی آزادی کی سحر نمودار ہوئی ہے۔ لینن ایک درخشاں آفتاب ہیں جو بنی نوع انسان کے اس یوم مسرت و شادمانی کو روشنی اور تابناکی عطا کر رہا ہے۔ وہ مقدس منصوبہ جو سب سے پہلے افلاطون کے ذہن میں آج سے دو ہزار سال پہلے آیا تھا اور جسے وہ اپنی کتاب ریاست کے ذریعے آنے والی نسلوں کے لئے بطور ترکہ چھوڑ گئے تھے، آج لینن کے ہاتھوں عملی جامہ پہن چکا ہے، حقیقت کے میدان میں اتر چکا ہے۔ اسے مقبولیت اور شہرت حاصل ہو چکی ہے۔

"روس اور ترکستان کے وسیع علاقوں کے نظم ونسق کی باگ ڈور مزدوروں، کسانوں اور سپاہیوں کے ہاتھوں میں دے دی گئی ہے۔ نسل، مذہب اور طبقے کا امتیاز مٹ چکا ہے۔

"قوم کے تمام طبقوں کو زندگی اور آزادی کے یکساں حقوق مل گئے ہیں۔ لیکن اس خالص اور یکتا جمہوریہ کا دشمن برطانوی سامراج ہے جو ایشیا کی قوموں کو ہمیشہ غلامی کے شکنجے میں رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے ترکستان میں اپنی پلٹنیں اتار دی ہیں تاکہ مکمل انسانی آزادی کے اس پودے کو جڑ پکڑنے اور تقویت پانے سے پہلے کاٹ دے۔ دنیا کے مسلمانوں اور ایشیائی اقوام کے لئے وقت آگیا ہے کہ روسی سوشلزم کے پاکیزہ اصولوں کو سمجھیں اور انھیں سنجیدگی اور جوش وخروش سے قبول کریں۔ انھیں ان بنیادی خوبیوں کی گہرائیوں تک پہنچنا اور ان کا صحیح اندازہ لگانا چاہئے جن کا سبق یہ یکتائے زمانہ نظام دیتا ہے اور سچی آزادی کی حفاظت کی خاطر انھیں غاصبوں اور خود سر حکمرانوں یعنی انگریزوں کے حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے بالشویک افواج میں شامل ہو جانا چاہئے۔ اے مسلمانو! یہ صدائے ربانی سنو، آزادی، مساوات اور بھائی چارے کی اس دعوت پر لبیک کہو جو برادر لینن اور روس کی سوویت حکومت تمھیں دے رہی ہے۔"

مولوی برکت اللہ کے اس صاف اور بے باک بیان پر برطانیہ کے محکمۂ سراغرسانی کے حکام قدرتی طور پر گھبرا گئے۔ ہندستان کے قومی محافظ خانہ میں ایک خط ہے جو حکومتِ ہند کے نائب سکریٹری اے۔ ان۔ ایل۔ کے ٹر نے اس کتابچہ کے بارے میں لکھا ہے۔ اس خط میں کہا گیا ہے:

"بالشویزم اور اسلامی معاشرہ ایک نہایت ہی خطرناک قسم کا پمفلٹ ہے۔ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اس بات کا خاص انتظام کیا جائے کہ اس کو راستہ میں روک لیا جائے اور چین یا ڈز ڈوپ کے راستے اس کی کاپیاں ہندستان نہیں پہنچنے پائیں اور اگر کوئی ایسی شہادت ملے کہ بالشویک اس پمفلٹ کو ہندستان میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں تو اس کی اطلاع حکومتِ ہند کو دی جائے۔"

ماسکو کے لینن میوزیم میں ایک مختصر کتابچہ رہنمائے آزادی لینن اور انقلاب روس ہے

اردو کتاب رہنمائے آزادی
لینن اور انقلاب روس
جو اپریل ۱۹۲۲ء میں لاہور
سے شائع ہوئی تھی

جو اپریل ۱۹۲۲ء میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ لاہور اس زمانہ تک ہندستان کی انقلابی تحریک کے اہم مرکزوں میں تھا۔ اس کی اشاعت کا مہینہ ایسا منتخب کیا گیا تھا گویا یہ لینن کے لئے سالگرہ کا تحفہ تھا۔ اس کے مصنف کوئی صاحب حسن عزیز بھوپالی تھے۔ اس کتاب کے متن کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ مارکسی نہیں تھے۔ لیکن بلاشبہہ وہ استعماریت کے خلاف پکّے مجاہدوں میں تھے کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب معنون کی "ان مقدس ہستیوں کے نام جو جیلوں میں بدترین مصائب جھیل رہی ہیں اس لئے کہ وہ صدق دل سے آزادی کی طرف گامزن ہیں"۔ یہ کتاب ایسے حالات میں شائع ہوئی جب کہ ملک میں سوشلسٹ خیالات ابھی سرایت کرنے ہی لگے تھے اور ہندستان کے انقلابی عناصر کو ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس میں اپنی قومی آزادی کی جدوجہد کا رہنما ستارہ دکھائی دینے لگا۔

ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ عزیز بھوپالی کی یہ کتاب اور اسی طرح کی دوسری کتابوں کی اشاعت

اس بات کا ثبوت تھی کہ ہندستان کے جہادِ آزادی میں بنیادی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ روس کی سماجی تبدیلیوں اور سوویت حکومت کے رہنما لینن کا ہندستان کی رائے عامہ پر زبردست اثر پڑا۔ کتاب کے مصنف نے انقلاب کے ممتاز ترین رہنما لینن کے لئے جس محبت اور عقیدت کا اظہار کیا، اس سے ان خیالات اور احساسات کی ترجمانی ہوتی ہے جو اس صدی کی تیسری دہائی کی ہندستانی انقلابی تحریک کے بڑے حصہ میں موجود تھے۔ ۴۴ صفحوں کا یہ کتابچہ تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ۱۰ باب میں بٹا ہوا ہے۔ اس میں لینن کی سوانح عمری ہے۔ دوسرے اور تیسرے حصوں میں انقلاب روس کا ذکر ہے۔ لینن کے خیالات کے متعلق ایک ضمیمہ ہے۔

مصنف نے لکھا ہے: "نکولائی لینن ایک عظیم انسان ہیں جنھوں نے روس میں ایک انقلاب عظیم کیا ہے۔ وہ غریبوں کے دوست اور امیروں کے دشمن ہیں۔ وہ سرمایہ داروں کے جانی دشمن ہیں اور مزدور طبقہ کو زبردست اور طاقتور لوگوں کے چنگل سے آزاد کرنا چاہتے ہیں جو مزدوروں کی محنت سے ناجائز منافع کما رہے ہیں اور ان کو جی بھر کر لوٹ رہے ہیں۔ لینن چاہتے ہیں کہ دنیا کے تمام مرد اور عورتیں متحد ہوں اور سچی اخوت، سچی مساوات اور سچی آزادی قائم ہو۔"

انقلاب کی کامیابی بیان کرتے ہوئے مصنف نے لکھا: "آخر وہ دن آپہنچا جس کا انتظار محنت کش عوام عرصہ دراز سے کرتے آئے تھے، جس کے لئے لینن نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔"

مصنف نے لینن کی سوانح عمری نہایت پُر اثر انداز میں تمام کی ہے۔ "آج لینن روس کے وزیر اعظم ہیں، ہم خدا سے دعا گو ہیں کہ وہ ان کو لمبی عمر عطا کرے تاکہ وہ اپنا مشن پورا کر سکیں جس کے لئے وہ اس دنیا میں آئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں خدا کی حکومت قائم ہو۔ ہر شخص آزاد ہو۔ تبھی صحیح معنی میں دنیا میں مساوات اور بھائی چارہ قائم ہو سکتا ہے اور امن اور خوشحالی کا دار و مدار ہو سکتا ہے۔"

یہ کتاب رہنمائے آزادی لینن اور انقلاب روس محض حسن اتفاق سے دو ہندستانی صحافیوں کو دہلی میں چاندنی چوک میں سڑک پر کتابیں پھیلا کر بیچنے والے کے پاس مل گئی۔ کتب فروش نے اسے چند آنوں میں فروخت کر دیا۔ بعد میں ان میں سے ایک صحافی سید محمد مہدی نے اس پر ایک مضمون لکھا اور اس کتاب کو ماسکو میں لینن میوزیم کو دے دیا۔ کتاب کے مصنف کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ نہیں معلوم۔ بس اتنا پتہ چلا کہ وہ بھوپال کے رہنے والے تھے اور دہلی میں کسی اردو اخبار میں نائب مدیر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ بعد کا کچھ حال نہیں معلوم۔

اسی سال یعنی ۱۹۲۲ء میں اردو میں ایک اور کتاب بالشویزم یعنی انقلاب روس کے نام سے لاہور سے شائع ہوئی۔ ۱۹۳۲ء میں وہ انقلاب روس کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کے مصنف مہتا آنند کشور تھے۔

مصنف کا کہنا ہے کہ کتاب میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ـــــ زار کی حکومت کا خاتمہ اور نئی حکومت کا قیام ـــــ انھیں بے نظیر واقعات کہا جا سکتا ہے۔ انھوں نے لکھا کہ انقلاب روس کئی اعتبار سے ایک ناقابلِ فراموش

واقعہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ زارشاہی کا خاتمہ ہوا اور پورا اقتدار عوام کے ہاتھوں میں آگیا بلکہ باہر سے دشمنوں کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا گیا۔ ان تمام واقعات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اکتوبر انقلاب سے روس کی عظمت کو چار چاند لگ گئے ہیں اور وہ حیرت انگیز بلندیوں پر پہنچ گیا ہے۔

اس ۲۱۶ صفحوں کی کتاب میں متعدد موضوعات سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے:
"روس کے ابتدائی حالات"، "سوویتوں کی ابتدا"، "جنگِ عظیم اور روس"، "انقلاب عظیم"، "مارکسی تحریک"، "خانہ جنگی"، "لینن کے حریف"، اور آخر میں کچھ ممتاز لوگوں کی طرف سے خراجِ عقیدت ہے جن میں ایک لالہ لاجپت رائے بھی ہیں۔

اس کتاب کا پتہ مجھے اپنے دوست اور اردو کے ممتاز شاعر نیاز حیدر سے ملا۔ دہلی کے ایک قدیم کتب خانہ لیڈی ہارڈنگ لائبریری میں مجھے اس کا ایک نسخہ بھی مل گیا۔

روس میں اکتوبر ۱۹۱۷ء کے واقعات کی تعریف کرتے ہوئے کہ "یہ ایک انقلاب عظیم ہے جس سے انسانیت کو روشنی اور امید کی کرن ملی" مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آپس میں قتل و غارتگری اور خونریزی نہیں ہوئی۔ اس کی خاص وجہ مصنف کے نزدیک یہ تھی کہ "انقلاب کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جن کی اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں تھی۔ وہ ایثار و قربانی کا جیتا جاگتا نمونہ تھے"۔ مصنف کو اس بات کا یقین تھا کہ بالشویزم میں انسانیت دوستی کوٹ کوٹ بھری ہے۔ انھوں نے لکھا کہ "یہ کمزوروں کا محافظ اور غریبوں کا دوست ہے"۔

کتاب کے تقریباً ۳۵ صفحوں میں مارکس اور لینن کی تعلیمات اور حالاتِ زندگی دیئے ہوئے ہیں۔ مصنف کے الفاظ میں "مارکسی تحریک کے ذریعے مارکس نے ایسا راستہ ہموار کیا جس پر ساری دنیا چل سکتی ہے۔ اسی راستہ پر چل کر بالشویکوں نے دنیا کو تمام مصیبتوں سے نجات دلانی چاہی"۔

مصنف نے لینن کو زبردست خراج تحسین ادا کیا ہے کہ وہ "اکتوبر انقلاب کے رہنما" اور "سوویت ریاست کے بانی" تھے۔ مصنف نے لکھا کہ "لینن تمام دنیا کو مساوات اور آزادی کا عملی سبق دے رہے ہیں۔ لینن سرمایہ داری کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں اور غریب عوام کو مصائب و آلام کے چنگل سے نجات دلانا چاہتے ہیں"۔

"دنیا کے عظیم انسانوں کی سادہ زندگیاں عام انسانوں کے لئے آدرش ہوتی ہیں۔ بالشویک رہنما لینن کی زندگی بھی ایک آدرش ہے۔ ان کی سادہ زندگی مساوات کی عملی مثال ہے۔ وہ بجائے خود مساوات کا مجسمہ ہیں"۔

اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ مصنف ریاست اور انقلاب کے علاوہ لینن کی کسی اور تصنیف سے واقف تھا۔ اس کتاب سے بہت سے اقتباسات ملتے ہیں جنھیں لینن کے خیالات اور تعلیمات کی وضاحت کے لئے دیا گیا ہے۔ مصنف گرچہ مارکسی نہیں مگر انھیں اکتوبر انقلاب سے پوری ہمدردی ہے۔ وہ کمیونزم کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ بقول ان کے بالشویزم غریبوں اور محنت کشوں کا اقتدار قائم کرنا چاہتا ہے۔

مصنف اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ بالشویکوں کو ہندستان کی قومی تحریک سے پوری ہمدردی ہے۔ اس بات پر زور دینے کی غرض سے کہ سوویت اقتدار کو برطانوی تسلّط کے خلاف جدوجہد کرنے والے ہندستانی عوام سے گہری ہمدردی ہے، مصنف نے ایک حکم کا حوالہ دیا ہے جو ترکستان میں پامیر مہم کے سپاہیوں کے نام سُرخ فوج کے کمانڈر نے جاری کیا تھا۔ "تم سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ دنیا کی چھت پر سُرخ پرچم لہراؤ گے۔ تمھیں ہندستانی محبانِ وطن پر جو برطانیہ کی استعماری حکومت کو نیست و نابود کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، یہ ثابت کرنا ہے کہ بالشویک روس کی ہمدردانہ امداد اب دور نہیں ہے۔ تمھیں شمالی ہند کے حریّت پسند قبائل سے دوستانہ اتحاد قائم کرنا چاہئے۔"

مصنف نے ایک علاحدہ باب میں مشرق کے مسلم ممالک سے سوویت حکومت کے تعلقات پر روشنی ڈالی ہے۔ اس باب کا عنوان ہے "بالشویزم اور اسلام"۔ مصنف نے بتایا ہے کہ سوویت حکومت نے اپنے قیام کے فوراً بعد ہی مشرق کے ممالک سے خیرسگالی کے تعلقات قائم کرنے کی پوری کوشش کی۔ ایرانیوں، ترکوں، تاتاریوں اور مشرق کے دیگر ملکوں کے مسلمانوں نے استعماری حکمرانوں کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے کمر کس لی اور سوویت یونین کے لوگوں سے اپنے تعلقات استوار کر لئے۔

مصنف چونکہ مارکسی نہیں تھے لہٰذا ان کے لئے ہمیشہ یہ ممکن نہیں ہوتا تھا کہ مارکسی نقطۂ نظر سے صورت حال کا جائزہ لے سکیں اور اس سے صحیح نتائج اخذ کر سکیں۔ چنانچہ انھوں نے زاریت کی جو وضاحت کی ہے اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی اس رائے سے کہ دوسرے ملکوں میں سوشلزم جڑ نہیں پکڑ سکتا۔ بہرحال ہندستان کے اس وقت کے حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے انھوں نے ایک نہایت جرأت مندانہ اور عظیم الشان کام انجام دیا کہ اتنا مواد جمع کیا، اس کا تجزیہ کیا اور دو سو صفحات کی کتاب شائع کی جس کے سرورق پر لینن کی تصویر تھی۔ اور انھوں نے یہ کام نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔

۷

مہاراشٹر میں بازگشت

جہاں پیدائش کے اتفاقات یا دولت کی ترنگ سے
دنیا کے اقدار، اونچ اور نیچ کا فیصلہ ہو
اور دولت مندوں کے ہر قدم کے ساتھ جوئے کی ہوس تیز ہو
جہاں انسان کا کوئی مول نہیں، وہ ایک مہرہ ہے
اس خارجی خامی کی بدولت انسان
تاریک صدیوں سے، فراوانی میں افلاس زدہ رہا
لیکن سلطنت کی، تجارت کی رانی کی بگل کی آواز
اب ختم ہو رہی ہے، زندگی کے عظیم انقلاب میں بدل رہی ہے
اب ہر ایک کی اپنی قیمت ہے — زندگی عقل پر مبنی ہے
اب وہ تلوار سے تیز جدال شروع ہو رہا ہے ذہن اور جسم کا
جو عالمگیر ہے، جسے نئی ہیئت روا رکھتی ہے
کیونکہ وہ بے طبقہ ہے۔ دریا کے دہانے پر
سوویت مزدوروں کی قربانی کی لہریں اٹھ رہی ہیں
بھائیو! تمھارا بھگیرتھ اب لینن ہے

— بشنو ڈے کی بنگلہ نظم سے

ایک کتاب روسی جمہوریت کے بانی نکولائی لینن بمبئی میں ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ غالباً مراٹھی زبان میں یہ لینن کی پہلی سوانح عمری ہے۔ اس کے مصنف ایک نہایت بزرگ اخبار نویس شری رام کرشن گوپال بھیڈے ہیں جنھوں نے حال میں اپنے وطن پونا میں اپنی ۸۳ ویں سالگرہ منائی۔ جن حالات میں انھوں نے لینن اور اکتوبر انقلاب کے متعلق مراٹھی میں یہ پہلی کتاب لکھی، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے بھیڈے نے کہا:

"برطانوی سامراج کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور ہم ہندستانیوں کو اپنی آزادی کی جدوجہد کے لئے ہمت اور تقویت ہر معلوم ذریعہ سے حاصل کرنی تھی۔ اور لینن اور بالشویک روس سے بڑھ کر اس کا ذریعہ اور کیا ہو سکتا تھا؟ لیکن ان دنوں عام لوگوں کو ان ذرائع کا کوئی علم نہیں تھا۔ یہ ذرائع پُراسرار تھے اور اس لئے ان میں ہمارے لئے کشش زیادہ تھی۔ ہمیں احساس تھا کہ انقلاب لانے میں لینن نے بالکل نیا تجربہ کیا تھا۔ اس میں انھوں نے ایک بے مثل آئیڈیالوجی کی مدد لی تھی جس کا ہمارے ذہنوں پر جن میں ہمارا اپنا قدیم فلسفہ رچا بسا ہوا تھا، عجیب وغریب اثر پڑا تھا۔ لیکن ان دنوں لینن کے متعلق کتاب لکھنے کے لئے مواد ملنا بہت مشکل تھا۔ روس سے مستند دستاویزیں نہیں آسکتی تھیں اور نہ کسی ایسی کتاب کو جس میں یہ معلومات ہوں، ہندستان آنے کی اجازت مل سکتی تھی۔ اور کیسری اخبار کے دفتر یا کتب خانہ میں جو اخبارات اور رسالے دستیاب تھے وہ سب کے سب برطانیہ یا امریکہ کے تھے۔"

یہ باتیں محض حافظہ کی بنا پر کہی گئی ہیں۔ لیکن ان کی تصدیق اُن دنوں کے اخبار کیسری کے شماروں سے ہوتی ہے جو بال گنگا دھر تلک کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر اگست ۱۹۲۰ء میں کیسری میں ایک مضمون "لینن کی اخلاقی فتح" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس میں کہا گیا تھا کہ بالشوزم کے اصولوں کے متعلق معلومات جمع کرنا اور اس پر گفتگو کرنا خطرناک بات ہے۔

بھیڈے نے بتایا کہ "خود انگلستان میں بالشویکوں کو خطرناک سمجھا جاتا تھا چنانچہ بالشویک مطبوعات لانے یا چھاپنے کی ممانعت تھی۔ چونکہ ان مطبوعات کے لئے ہمیں انگریزی کی محتاجی تھی لہٰذا ہم بھی ان سے محروم تھے۔"

ان رکاوٹوں کے باوجود کیسری نے جرأت سے کام لے کر اکتوبر انقلاب اور لینن کے متعلق اپنے قارئین کو معلومات فراہم کیں۔ اخبار نے لکھا کہ "لینن کا انحصار ان کی اپنی دانائی یا روس کی طاقت پر نہیں تھا۔ ان کا سہارا ایک نیا اصول — کمیونزم تھا۔ کمیونزم میں ذاتی خود غرضی کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔۔۔ لینن کے مخالفوں نے ان کے اور ان کے رفیقوں کے متعلق بھیانک افواہیں پھیلا رکھی تھیں۔ چنانچہ لوگوں میں لینن کے متعلق بالکل جھوٹی باتیں مشہور تھیں اور کچھ لوگ سمجھتے تھے کہ وہ کوئی راکشش ہیں جس کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کی مالا ہے اور جو خون میں لت پت ہے۔ لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ لینن ایک سیدھے سادے، ہنستے معصوم فلسفی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کا فلسفہ عملی ہے۔ وہ انقلاب سے فائدہ اٹھا کر اپنے خیال کو عملی جامہ پہنانا

چاہتے ہیں۔ لینن خونخوار نہیں ہیں۔ اس کے برعکس وہ ایک نہایت مخلص انسان ہیں۔ نومبر ۱۹۱۷ء کی ۶ اور ۷ تاریخیں ہمیشہ یادگار رہیں گی کیونکہ ان دو دنوں میں روس کا انقلاب ہوا جس میں ایک خطرۂ خون نہیں بہایا گیا۔ بلاشبہ اس کو لانے میں ہزاروں انسانوں کی کوششیں کام آئیں لیکن ہر بڑے خیال کے لئے کسی شخص کی ضرورت ہوتی ہے جس کی ذات اس کا آئینہ ہو۔ کمیونزم کی تاریخ میں لینن کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ تلک کے ماننے والوں میں اس پر اور اس طرح کے دوسرے مضامین پر خوب بحث ہوتی ہوگی۔ اور اس سے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ لینن اور انقلاب روس کے متعلق پہلی باتیں ہندستان کے تمام لوگوں میں زیادہ سے زیادہ پھیلائی جائیں۔ بھیڈے ہندستان کی جنگِ آزادی کے عظیم مجاہد لوک مانیہ تلک سے ذاتی طور پر واقف تھے اور انھوں نے اپنی زندگی کے ۳۰ برس تلک کے اخبار کیسری ہی میں کام کرتے ہوئے صرف کئے تھے۔ انھیں وہ حالات آج بھی یاد ہیں جن میں انھوں نے لینن کے متعلق وہ کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔ "مجھے تلک نے اور ایک مراٹھی انقلابی سیناپتی باپٹ نے اس کتاب کو لکھنے کی ترغیب دی۔ مرحوم سیناپتی باپٹ نے جو تلک کے انگریزی ہفتہ وار مراٹھا میں میرے رفیق کار تھے، میری بڑی مدد اور ہمت افزائی کی سیناپتی نے اس موضوع کے متعلق مجھے مفید باتیں بتائیں اور کچھ دستاویزات بھی فراہم کیں جن کا تعلق بالشویکوں کے پروگرام، پالیسی اور نظریوں سے تھا جنھیں میں نے اپنی کتاب میں کثرت سے استعمال کیا ہے۔"

وہ کتاب ۱۹۲۰ء میں لکھی گئی تھی اور ۱۹۲۱ء کی ابتدا میں ہی شائع ہونے والی تھی۔ لیکن جس پریس میں وہ شائع ہونے والی تھی اس میں آتشزدگی کے باعث اس کی طباعت میں ایک برس کی دیر ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ۱۹۱۹ء کے آخر اور ۱۹۲۰ء کے ابتدا تک کے ہی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

رام کرشن گوپال بھیڈے مراٹھی کے نامور ادیب ہیں۔ وہ ۳۰ سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ لینن پر یہ کتاب ان کی پہلی تصنیف تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے ۲۲ راگست ۱۹۶۸ء کو مجھے لکھا: "جب انقلاب ہو رہا تھا لوگوں کو لینن سے بڑی عقیدت تھی وہ انھیں عوام کا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ اس کو ۵۰ برس ہوگئے ..... مجھے سچ مچ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس عرصہ میں سوویت یونین نے اتنی زبردست ترقی کی ہے، بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کی خاطر اتنا کام کیا ہے ..... میری دعا ہے کہ اسے ہر قدم پر کامیابی ہو ..... اور یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ آنے والے برسوں میں کمیونزم پوری دنیا میں پھیل جائے گا۔"

اب چند الفاظ ان کی کتاب کے متعلق۔ یہ ایک مختصر سی ۴۰ صفحات کی کتاب ہے۔ اور اس میں چند ہی صفحات (۲۸ سے ۳۹ تک) لینن کی سوانح عمری کے لئے وقف ہیں۔ غالباً اس زمانہ میں زیادہ باتیں معلوم نہیں تھیں۔ کتاب کے دیباچہ میں اخبار مراٹھا کے ایڈیٹر دامودر وشوناتھ گوکھلے نے بالشویزم کو "مظلوموں کے لئے آب حیات" کہا ہے اور قارئین کو مشورہ دیا ہے کہ ان لوگوں کی باتوں پر یقین نہ کریں "جن کے اقتدار کا چراغ گل ہو چکا
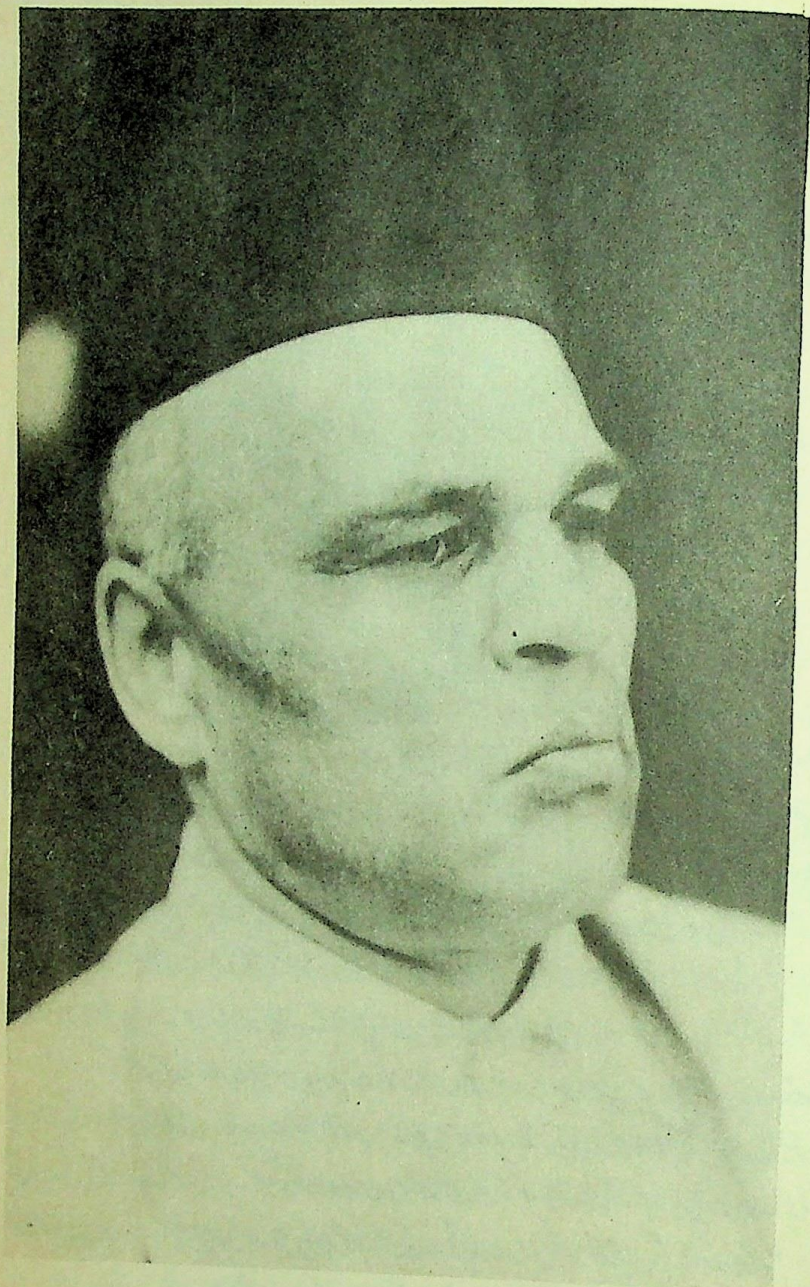
مراٹھی زبان کی کتاب روسی جمہوریت کے بانی نکولائی لینن کے مصنف شری رام کرشن گوپال بھیڈے جن کا
کہنا ہے کہ اس کتاب کو لکھنے کا حوصلہ اور ترغیب انھیں لوک مانیہ تلک اور سیناپتی باپٹ سے ملی۔

مراٹھی کتاب روسی جمہوریت کے بانی نکولائی لینن مصنفہ رام کرشن گوپال بھیڈے کا سرورق جو ۱۹۲۲ء میں بمبئی سے شائع ہوئی۔

ہے اور جو بالشویزم اور اس کے بانی لینن کے متعلق غلط بیانی سے کام لیتے ہیں"۔

گوکھلے کی رائے ہے کہ "لینن کی حیات، کارناموں اور فلسفہ کا مطالعہ ضروری ہے"۔ دیباچہ سے ظاہر ہے کہ وہ لینن کی کتاب ریاست اور انقلاب سے بخوبی واقف تھے۔ دیباچہ ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے: "لینن کی زندگی ابھی شروع ہوئی ہے۔ ان کی عمر ۵۲ برس ہے اور ابھی ان کو برسر اقتدار آئے چار پانچ برس ہوئے ہیں۔ لینن کا شمار اس عہد کے نہایت غیر معمولی انسانوں میں ہوگا۔ لہٰذا ان کی زندگی کا مطالعہ سبق آموز اور خیال انگیز ثابت ہوگا۔"

کتاب، ابواب میں منقسم ہے اور ہر باب کسی مشہور مصنف کے اقتباس سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً پہلا باب جس کا عنوان روسو کا نظریہ ہے، اس کی ابتدا جدید مراٹھی شاعری کے بابا آدم کیشب سوٹ کے چند اشعار سے ہوتی ہے۔ بعد کے ابواب ترتیب وار یوں ہیں: کارل مارکس اور ان کا فلسفہ۔ روس میں زار شاہی اور

اس کی شکست ۔ لینن کی زندگی ۔ لینن، نظریہ اور کام ۔ مبصرین کیا کہتے ہیں ۔ اور تتمہ ۔ مصنف نے لینن کے نظریہ اور کام کے باب کے لئے ریاست اور انقلاب سے بنیادی مصالحہ لیا ہے ۔ لیکن انھوں نے مارچ ۱۹۱۹ء میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کے قیام کے متعلق کسی قدر تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں اور اس کے مینی فسٹو کا ذکر کیا ہے جس کی ابتدا اس نعرے سے ہوتی ہے: "افریقہ اور ایشیا کے استعماری غلامو! یورپ میں پرولتاری آمریت کی گھڑی تمھاری آزادی کی گھڑی ہوگی"۔

مصنف نے لینن کے ابتدائی فرامین اور زمین کے مسئلہ کو حل کرنے، ناخواندگی کے انسداد کے سلسلے میں اور بیرونی پالیسی کے دائرے میں پہلی سوویت سوشلسٹ حکومت کی کارگزاریوں کے متعلق بھی گہری معلومات دی ہیں ۔ چھٹے باب میں بھیڈے نے مختلف مصنفین کے حوالے دیئے ہیں جو لینن سے ملے تھے ۔ ان میں مانچسٹر گارجین کے ڈبلیو ۔ ٹی گڈس، انگریز صحافی رین سم، انگریز مصنف ہربرٹ جارج ویلز وغیرہ اور میکسم گورکی بھی ہیں ۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ ساری دنیا میں لوگ لینن کے متعلق سچی اور مستند معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے ۔

بھیڈے کی کتاب میں ایک تبصرہ ایک جاپانی صحافی روئے ناکا ہیرا کے ایک مضمون سے دیا گیا ہے ۔ جو اوساکا اساہی کے خصوصی نامہ نگار تھے ۔ میں اس مضمون کے بارے میں ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں ۔

۱۹۶۵ء میں ماسکو اشاعت گھر سے ایک مختصر مگر دلچسپ کتابچہ ہیجان خیز تفتیش مصنفہ ولادیمیر سودتیف شائع ہوا ۔ اس کتاب میں لینن سے ایک جاپانی اخبار نویس کی گفتگو کا ذکر تھا اور بتایا گیا تھا کہ اس گفتگو کی لفظ بلفظ پوری رپورٹ شارٹ ہینڈ میں ٹوکیو میں دستیاب ہوئی ۔ سوویت یونین میں اس رپورٹ کا حال لوگوں کو نہیں معلوم تھا ۔ اس کا متن ماسکو میں مارکسزم لینن ازم کے انسٹی ٹیوٹ کو بھیجا گیا اور اسے لینن کی تصانیف کے مجموعہ میں شامل کر لیا گیا ۔ آگے چل کر ماسکو انسٹی ٹیوٹ کے تحقیقی کام کرنے والوں کو اس گفتگو کا متن رسالہ سوویت روس (نمبر ۶، ۷، اگست ۱۹۲۰ء) میں ملا جو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شائع ہوتا تھا ۔ یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوگی مگر یہ واقعہ ہے کہ بھیڈے اس متن سے واقف تھے ۔ چنانچہ انھوں نے اس کا ترجمہ مراٹھی میں اس وقت کیا تھا جب کہ سوویت مورخین کو اس کا پتہ ۴۴ برس بعد ملا ۔

قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اس ہندستانی صحافی کو وہ دستاویز امریکی رسالہ سوویت روس سے ملی جس کا ہندستان میں داخلہ برطانوی حکومت نے ۱۹۲۰ء میں ممنوع قرار دیا تھا ۔

لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مصنف نے ضمیمہ کے طور پر واقعی دستاویزیں شائع کیں جیسے محنت کش عوام کے حقوق کی بابت فرمان، مزدوروں، کسانوں، کاسکوں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتوں کی کل یونین کونسل کے عام اصول، مقامی سوویتوں اور عوامی کمیساروں کی کونسل کے آئین، عوامی انتخابی حقوق، ریاستی اقتصادی پالیسی، ریاستی نشان اور پرچم ۔ آخر میں مصنف نے لکھا ہے: نئے سماجی نظام کی تعمیر کے سلسلے میں

لینن کی رہنمائی کے زیادہ سے زیادہ بارور ہونے کی توقع ہے اور ایک دن بنی نوع انسان کو امن اور ابدی مسرت کی شاہراہ مل جائے گی اور اس ریاست میں مصیبت، بے چینی، مایوسی یا بغاوت کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ سماج کی ساری طاقت سماجی فلاح و بہبود پر صرف ہوگی اور عالمگیر اخوت کا تصور خواب نہیں رہے گا بلکہ حقیقت کا جامہ پہن لے گا۔ خدا کرے یہ خواب جلدی ہی حقیقت بن جائے اور اس اصول کے مبلغ، مہاتما لینن کی لمبی عمر ہو۔"

بھیڈے کی خواہش تھی کہ اگر صحت اجازت دے تو وہ لینن پر اپنی کتاب دوبارہ لکھیں۔ لیکن جب پونا میں ان سے میری ملاقات ہوئی تو ضعیفی اتنی غالب آچکی تھی کہ یہ کام ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔

ویسے وہ ۸۳ برس میں بھی ٹاٹھے تھے۔ لانبا قد، سیدھی کمر، پر وقار چہرا اور اونچی پیشانی جس کے دونوں طرف سفید بالوں سے امتیاز پیدا ہو گیا تھا۔ بظاہر دیکھنے سے ان کی صحت کے زوال کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

وہاں اپنے گھر کے تنگ زینہ کے سرے پر یہ بزرگ انقلابی کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے اور ملاقات سے بہت خوش تھے۔ ان کی دونوں لڑکیاں ان کے ساتھ تھیں۔ وہ دونوں اور گھر کی بڑی بوڑھیاں اور بچے جن سے گھر بھرا پورا تھا، حیرانی سے مجھے تک رہے تھے۔ لوک مانیہ تلک کے پوتے جنیت راؤ تلک جوان دنوں اپنے دادا کے قائم کئے ہوئے اخبار کیسری کے ایڈیٹر تھے، مجھے اپنے ساتھ وہاں لے گئے تھے۔

دوسرے دن جب میں مراٹھا اخبار کے دفتر گیا تو بھیڈے وہاں بھی موجود تھے اور میرے منتظر تھے۔ پونا مہاراشٹر کا ذہنی اور ثقافتی صدر مقام تھا۔ میری دیرینہ خواہش تھی کہ وہاں جاؤں اور اخبار کیسری کا دفتر دیکھوں۔ آخر یہ آرزو پوری ہوئی۔ دفتر باہر سے بہت شاندار تھا، پھاٹک کے دونوں طرف شیر کے سر بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

جنیت راؤ تلک نے مجھے اس کا کتب خانہ اور میوزیم دکھایا۔ وہاں مجھے لوک مانیہ تلک کی دستاویزیں ملیں جن سے سوویت روس کی طرف ان کے دوستانہ رویہ کا اندازہ ہوتا تھا۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ پونا میں لینن کی ۱۰۰ویں سالگرہ کا جشن منانے کی دھوم دھام سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ماہنامہ سمہ یادری کے مینیجنگ ایڈیٹر ب۔ ڈ۔ کھیر نے مجھے تیاریوں کا حال بتایا۔ جشن لینن کے لئے ایک خصوصی کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ جنیت راؤ تلک ایم۔ پی۔ اس کے ممبر ہیں۔

میں کیسری کے دفتر لینن کے متعلق پرانی تحریروں کی تلاش میں گیا تھا۔ تلک نے مجھے اپنے ساتھیوں سے ملایا۔ ان میں سے ایک نے بتایا کہ انھوں نے تمام پرانی فائلیں دیکھ لی ہیں۔ ان میں لینن کے متعلق کچھ نہیں تھا۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا؟ میں نے ان سے کہا کہ براہِ مہربانی جنوری ۱۹۲۴ء کی فائل نکالیں۔ اسی زمانہ میں لینن کی وفات ہوئی تھی۔ اور ۲۵ر جنوری کے بعد کے پرچے دیکھیں۔ چنانچہ ۲۹ر جنوری کے پرچے میں ایک مضمون ملا۔ "لینن — انقلاب روس کے معمار"، جو ڈھونڈیراج ترمبک گدرے کا لکھا ہوا تھا۔

اس مضمون کے ساتھ ایڈیٹر کا ایک نوٹ بھی تھا جس میں کہا گیا تھا کہ بالشویک پارٹی اور سوویت نظام ریاست کے متعلق کسی کی رائے خواہ کچھ ہو" لیکن ہر شخص اس جری اور محبِ وطن ہیرو کا دل سے احترام کرے گا جس نے روس کے لوگوں کو نجات دلائی اور جسے آخر دم تک یورپ کے مدبرین نے جو خود فریبی میں مبتلا تھے اور سوویت حکومت کی بربادی کے درپے تھے، اپنا جانی دشمن سمجھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی موت سے ہر شخص کو صدمہ ہوگا۔ انقلاب کے اس ہیرو کی مختصر سوانح عمری یہاں قارئین کی معلومات کے لئے شائع کی جارہی ہے۔"

مضمون میں لینن کے حالاتِ زندگی، ان کی پیدائش، پرورش، بچپن کا ماحول، تعلیم، سیاسی خدمات، جلاوطنی اور انقلاب کی تکمیل، سب کا ذکر ہے۔ آخری پیراگراف میں تمام باتوں کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"لینن کی زندگی کے ۳۰ برس، اسے ۴۷ سال کی عمر تک جلاوطنی، روپوشی، افلاس، پارٹی کے اندر جدوجہد میں نیز چھپے اور پوشیدہ دشمنوں سے جدوجہد کرنے میں گزرے۔ لیکن اس جدوجہد میں انھوں نے جس ثابت قدمی، ہوش مندی اور مستعدی کا ثبوت دیا وہ آپ اپنی مثال ہے۔ انھوں نے سیاسی مخالفین کے مقابلہ میں جیسے کو تیسا کا اصول پیش کیا۔ لیکن وہ دل کے نیک تھے اور پاکبازی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ بہت سادگی سے رہتے تھے۔ اور ان کے بدترین دشمن بھی ان پر بددیانتی یا روپیہ میں خرد برد کا الزام نہیں لگا سکتے تھے۔ انھیں اپنے ذاتی وقار سے زیادہ روس کے لوگوں کی فکر تھی۔ چنانچہ جب انھوں نے دیکھا کہ والگا کے علاقہ میں خشک سالی کی بدولت کسانوں کی حالت خراب ہو رہی ہے تو انھوں نے اپنی پسند ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر سرمایہ داروں سے مصالحت کی۔ وہ روس کے عوام کے دل سے بہی خواہ تھے اور اگرچہ غیر ملکوں میں ان کے دشمنوں نے انھیں بہت بدنام کیا، روس کے لوگوں کو آخر تک ان پر پورا اعتماد تھا۔ آج یہ کہنا مشکل ہے کہ لینن کی وفات کے بعد روسی سیاست کیا کروٹ لے گی۔"

مراٹھی میں ایک اور کتاب پونا سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کا نام تھا "رادس ھیں بالشویزم۔" 'علم دوست'، کے نام سے ایک سلسلۂ کتب کی اشاعت شروع کی گئی تھی۔ اس سلسلہ کی یہ ۲۴ ویں کتاب تھی۔ اس کے مصنف ڈاکٹر لکشمن نارائن جوشی تھے۔ کتاب کے سرورق پر اعلان تھا کہ کتاب باتصویر ہے اور اس ایڈیشن کا پہلا حصہ ہے۔ (اس کتاب کی بابت مزید تفصیلات انگریزی ہفتہ وار نیوایج دہلی، مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۷ء میں مل سکتی ہیں۔)

اس کتاب کے دیباچہ میں (مورخہ ۳ جنوری ۱۹۲۱ء) یہ بتایا گیا ہے کہ حصہ اول میں مستند معلومات فراہم کی گئی ہیں کہ روس کے لوگوں نے کس طرح زارشاہی کا قلع قمع کیا اور اپنی حکومت قائم کی۔ مزید اس میں وہ اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر بالشویزم مبنی ہے اور ان لوگوں کا ذکر ہے جنھوں نے روس میں انقلابی آئیڈیالوجی کو عملی جامہ پہنایا۔

بقول مصنف "کون یہ ماننے سے انکار کرے گا کہ انقلاب روس جس کے سامنے فرانس کا عوامی انقلاب

بھی ماند پڑ گیا ہے، نہایت حیرت انگیز واقعہ نہیں ہے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ ساری دنیا اس انقلاب کے معجزہ سے متاثر ہو گئی جس کی بنیاد نئے اصولوں پر ہے اور جسے کروڑوں انسانوں نے محض، دلوں میں عملی جامہ پہنایا۔ اس سے بھی زیادہ قدرتی بات ہے کہ اس کی طرف ان قوموں کی توجہ مبذول ہو گئی جو غلامی کے جوئے تلے کراہ رہی ہیں۔

"اس کتاب سے بالشویزم کے متعلق ان غلط خیالات کا ازالہ کرنے میں مدد ملے گی جو ممکن ہے قاری کے ذہن میں اس وجہ سے پیدا ہوئے ہوں کہ اب تک اسے ان واقعات کے بارے میں جھوٹی، من گھڑت، نفرت انگیز باتیں ہی پڑھنے کو ملی ہیں۔

"بالشویک اس وقت جن ہمہ گیر سرگرمیوں میں مصروف ہیں ان کا لبِ لباب یہ ہے: تمام انسانوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں۔ اونچ نیچ کا کوئی امتیاز نہ ہو۔ صدر ولسن نے خود ارادیت کا جو اصول مرتب کیا ہے اس کا اطلاق ہر ملک پر ہونا چاہئے اور پوری دنیا کو محکومی سے نجات ملنی چاہئے۔ اس بات سے وہ لوگ دہشت زدہ ہو رہے ہیں جو طاقت کے نشہ میں چور ہیں اور جو ہتھیاروں کے زور سے دوسروں پر حکومت کر رہے ہیں۔

"روسی قوم کے رہنماؤں نے امن، خوشحالی اور مساوات قائم کرنے اور لوگوں کے حالاتِ زندگی کو بہتر بنانے کے لئے جو قدم اٹھائے ہیں ان کے بارے میں میں نے اپنی رائے نہیں دی ہے۔۔۔ میں نے قاری کو بالشویزم کے متعلق معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے جو معتبر اور تاریخ کے نقطۂ نظر سے اہم ہو۔"

مصنف کا کہنا صحیح ہے۔ انھوں نے ۲۰ ابواب میں روس کی تاریخ کا صحیح گرچہ اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔ ان میں سے ۸ ابواب زار شاہی جاگیردارانہ مطلق العنان حکومت سے متعلق ہیں اور ان میں ۱۹۰۵ء کے انقلاب کا بھی ذکر ہے۔

اگلے ۵ ابواب میں فروری انقلاب اور اس کے اثرات سے بحث کی گئی ہے، جن کے باعث عارضی حکومت کا بحران تیز ہوتا گیا۔ بتایا گیا ہے کہ یہ سرمایہ داروں کی حکومت تھی جس نے جنگ ختم کرنے، زمینداری مٹانے اور اقتدار جمہوری اداروں کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔

آخری، ابواب میں اکتوبر انقلاب، بالشویزم اور پرولتاری فتح کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ ان میں مزدوروں اور کسانوں کے سرکاری اور انتظامیہ کے سوویت ادارے کی تفصیل ہے۔ سرکاری فرامین کی وضاحت ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان پر عملدرآمد کیونکر ہوتا ہے۔ خانہ جنگی کا تفصیلی حال موجود ہے جس کے دوران میں بقول مصنف اتحادیوں خصوصاً برطانیہ کے چرچل کے بھیجے ہوئے سامراجی ایجنٹوں کے انقلاب دشمن حملوں کو بالشویکوں کی رہنمائی میں عوامی قوتوں نے پسپا کیا۔

مصنف نے بتایا ہے کہ بالشویزم کے اصولوں کا مقصد زمینداری اور سرمایہ داری کو مٹانا اور مزدوروں اور کسانوں کی حکومت قائم کرنا ہے۔ سوویت اقتدار کو مصنف نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"سوویت حکومت نے سرمایہ داروں کی بیخ کنی کی۔ ایک ایسا ریاستی نظام قائم کیا جس میں انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کا ازالہ ہو جاتا ہے اور لوگوں کو ایک ایسا باقاعدہ نظم و نسق چلانے کی تعلیم دی جاتی

ہے جس میں انسان انسان کے درمیان برادرانہ تعلقات قائم ہوں۔"

مصنف نے زور دے کر کہا ہے کہ بالشویکوں کو معلوم تھا کہ زمین سے اس وقت تک کچھ حاصل نہیں ہوگا جب تک دولتمندوں کی دولت بھی اس کے ساتھ نہ لے لی جائے۔" ورنہ افلاس زدہ کسان کو زرعی اوزار، کھیتی کے لئے مویشی اور بیج وغیرہ کیونکر فراہم کئے جائیں گے؟ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے انھوں نے فیصلہ کیا کہ زمین، ریلوے، بینکوں، کارخانوں اور فیکٹریوں وغیرہ کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے۔ انھیں یقین تھا کہ اس کے بغیر عام افلاس کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

اس کے بعد مصنف نے ۲۰-۱۹۱۹ء کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ کولچک کی شکست اور سزائے موت، ولادی وستوک کا بالشویکوں کے ذریعہ محاصرہ۔ مشرق بعید میں جاپان کے خلاف جنگ اور قفقاز میں بالشویزم کا پھیلنا۔ انھوں نے مزید لکھا کہ تاشقند میں بالشویکوں کا خیر مقدم کیا گیا اور رائٹر کے ایک برقی خبر نامہ کے مطابق بالشویک حکومت اور امیر افغانستان کے مابین سفارتی وفد کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ تاشقند میں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی ہے جہاں تعلیم دی جاتی ہے کہ چین، ایران، افغانستان اور ہندستان میں بالشویزم کی تبلیغ کیونکر کی جائے۔

میں برطانوی محکمہ سراغرسانی کی ۲۰-۱۹۱۹ء کی خفیہ فائلوں کا ذکر کر چکا ہوں جو ہندستان کے قومی محافظ خانے میں رکھی ہیں۔ اکتوبر انقلاب اور اس کے رہنمائی نسبت حکومت کی لائن یہ تھی کہ سچ کو دباؤ اور جھوٹ کو پھیلاؤ۔ لیکن اسے پریشانی اس بات کی تھی کہ اس ہدایت پر عمل ہمیشہ نہیں ہو پاتا تھا۔

برطانوی محکمہ سراغرسانی کے ایک خط مورخہ ستمبر ۱۹۱۹ء میں لکھا ہے کہ" یہ دفتر یہ بتانے کی حالت میں نہیں ہے کہ بمبئی میں بالشویک اخباروں اور پیکٹوں کی سنسر شپ کے لئے کیا انتظامات کئے گئے ہیں"۔ ایک اور خط میں کہا گیا ہے:
"چونکہ بالشویک خطرے کے ہندستان تک پھیل جانے کا امکان تھا، اس خطرے سے نبٹنے کے مسلہ پر غور کیا گیا"۔

اس زمانہ کی برطانوی سنسر شپ کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے ایک حاکم اعلیٰ نے لکھا:
"جہاں تک مجھے علم ہے اخبارات اور مطبوعہ پیکٹوں کے سنسر کرنے کا کوئی انتظام بمبئی میں نہیں ہے۔ فوجی سنسر جو ڈاک کی سنسر شپ کیا کرتے تھے وہ ہندستان میں اگست ۱۹۱۹ء میں بند ہو گئی۔ برطانیہ سے آنے والی ڈاک کی سنسر شپ دسمبر ۱۹۱۸ء میں بند ہو گئی حالانکہ بالشویک پروپگنڈے کا سب سے زیادہ خطرہ اسی ذریعہ سے ہے۔ زیادہ تر برطانوی اور اتحادی ڈاک بھی جنوری ۱۹۱۹ء میں مستثنیٰ کر دی گئی۔ غیر جانبدار ملکوں کی ڈاک سوا یورپی غیر جانبدار اور دشمن ممالک کے مارچ ۱۹۱۹ء میں مستثنیٰ کر دی گئی ہے۔ اور اگست ۱۹۱۹ء میں یورپی غیر جانبدار ڈاک کو چھوڑ کر باقی ملکوں کے لئے فوجی سنسر شپ اٹھالی گئی ہے۔"

فوجی سنسر شپ کو تو جنگ کے ختم ہونے کے بعد اٹھ جانا تھا ہی۔ مگر غیر فوجی سنسر شپ کا خاتمہ نہیں ہوا۔
اس کی نسبت مذکورہ حاکم اعلیٰ نے ہوشیاری سے لکھا:

"ڈاک کے ذریعہ ہندستان میں قابلِ اعتراض چیزوں کے داخلہ کو روکنے کا میرے نزدیک اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں کہ مکمل سنسرشپ عائد کی جائے جو برطانیہ کی ڈاک پر بھی حاوی ہو۔

"اصل خطرہ میرے نزدیک ہندستان میں معاشی دباؤ کے باعث ایسی زمین کا تیار ہونا ہے جو کسی بھی معاشی، سیاسی یا مذہبی ایجی ٹیشن کو قبول کرے گی، جس کے ساتھ دوسری چیز ہندستان میں ہنرمند ایجی ٹیٹروں کی موجودگی ہے جو اس زمین میں بیج بونے کے لئے تیار ہیں۔ ایسے ایجی ٹیٹروں کو 'مواد'، رائٹرز فراہم کرتا ہے۔ ٹائمز اور تمام برطانوی اخبارات کرتے ہیں نیز عالمی تحریکوں سے ان کی واقفیت کرتی ہے جس پر رائے زنی کرنے کا انھیں حق حاصل ہے۔ ہندستانی اخباروں کے ذریعہ اور زبانی بھی بشرطیکہ وہ قانون کی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ کوئی سنسرشپ اسے نہیں روک سکتی۔ اسلئے اس سے معاملہ اور بگڑ سکتا ہے۔ اگر لفظ 'بالشویزم' کبھی ایجاد نہ ہوا ہوتا تو انتہا پسند کمیونزم ــــ اور یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں ــــ کی تبلیغ اب تک بہت عام ہو چکی ہوتی۔ میری رائے میں اس سے لڑنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اس کی جڑ پر حملہ کرنا اور ہندستان میں کسی بھی ایجی ٹیشن کی کامیابی کی بنیادی وجہ مہنگائی ــــ بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں۔"

لیکن اس سے افسرشاہی کے داؤں پیچ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

بھیڈے اور جوشی کی کتابوں کے بعد مراٹھی میں لینن پر اور بھی متعدد کتابیں شائع ہوئیں۔ ان میں ویناٹک ہمادیو بُھس کوٹے کی لینن چرتر قابلِ ذکر ہے۔ یہ پونا سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ بُھس کوٹے ایک ممتاز انقلابی اور کسانوں کی تنظیم کرنے والے تھے۔ وہ مرحوم سیناپتی باپٹ کے ساتھیوں میں تھے اور کارل مارکس پر مراٹھی میں اولین کتابوں میں سے ایک کے مصنف تھے۔ ان کی وفات ۱۹۵۰ء کے دہ سال کی ابتدا میں ہوئی۔

اپنی کتاب کے دیباچہ میں انھوں نے لکھا تھا: "لینن کی آئیڈیالوجی مارکس کے سائنٹفک سوشلزم سے کسی طرح مختلف نہیں ہے۔ انھوں نے روس میں اسی آئیڈیالوجی کے عین مطابق انقلاب کیا۔ اور اسی انقلاب کی وجہ سے ان کی عظمت میں چار چاند لگ گئے۔ اسی لئے ان کی سوانح عمری کا مطالعہ ضروری ہے۔ اگر انقلابی، آزادی پسند ہندستانی نوجوان لینن کی حیات کا تفصیلی مطالعہ کریں تو انھیں روشنی ملے گی کہ یہاں کے حالات میں اور اس زمانہ میں سوشلسٹ انقلابی آئیڈیالوجی کے مطابق سیاسی، سماجی انقلاب کیونکر کیا جائے۔ جس طرح لینن لکیر کا فقیر بنے بغیر اور بغیر کسی تنگ نظری کے اپنی دانائی اور ذہانت سے راستہ ڈھونڈتے ہوئے منزلِ مقصود پر پہنچ گئے، اسی طرح ہمیں بھی اپنے ملک کے حالات کا سنجیدگی سے مطالعہ کرنا ہے اور اگر ہم میں بھی لینن کی صلاحیت، مستعدی، خود اعتمادی، دلیری اور مظلوم طبقوں سے وابستگی ہو تو قومی اور سماجی آزادی اور انقلاب کا ہمارا مسئلہ بھی جلد ہی حل ہو جائے گا۔"

مصنف نے ذکر کیا ہے کہ یہ کتاب انھوں نے سری پدامرت ڈانگے، سیناپتی باپٹ وغیرہ کی مدد سے لکھی۔

۸

بنگلہ اخبارات و رسائل سے کچھ ورق

نا انصافی کا بند
روس میں ٹوٹ چکا ہے
لوگوں کی باڑھ سے
جن کا رہنما لینن ہے

نا انصافی کے خلاف
پہلی آواز لینن کی تھی
آج بھی
روس کی جنگ آزما دھرتی پر
ہزاروں گاؤں اور شہروں میں
ہزاروں لینن نبرد آزما ہیں
آزادی کی سرحدوں پر
ان کی آنکھوں میں بجلی کوندرہی ہے
لاکھوں کروڑوں لینن

آخری فتح کا دن قریب لا رہے ہیں

—— سوکانت بھٹاچاریہ کی
ایک بنگلہ نظم سے

میرے دوست مسٹر گوتم چٹوپادھیائے نے جنھوں نے مندرجہ بالا نظم کا بنگلہ سے انگریزی میں ترجمہ میرے لئے کیا، مجھے ایک خط میں بتایا کہ سوکانت بھٹاچاریہ بنگلہ کے ممتاز اور ہونہار شاعر تھے۔ وہ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور مئی، ۱۹۴۷ء میں محض ۲۱ برس کی عمر میں فوت ہوگئے۔ انھوں نے لکھا کہ: "وہ ایک کمیونسٹ طالب علم کارکن اور ایک ممتاز شاعر تھے۔ ان کی متعدد نظمیں آج بھی نوجوانوں میں مقبول ہیں۔ انھوں نے اپنی مشہور نظم ۱۹۴۳ء میں استالن گراد کی لڑائی کے کچھ ہی دنوں بعد لکھی جب کہ ان کی عمر ۱۷ برس تھی۔"

یہ معلوم ہے کہ ہندستان کی قومی آزادی کی تحریک کے متعدد رہنماؤں نے اکتوبر انقلاب کا خیر مقدم کیا تھا۔ لیکن بنگال ان علاقوں میں تھا جہاں اس انقلاب کا نمایاں اثر ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب ہندستان کا حصول آزادی میں بتایا ہے کہ بنگال سیاسی اعتبار سے ہندستان کے سب سے آگے بڑھے ہوئے علاقوں میں تھا اور ملک کی سیاسی بیداری میں اس نے نمایاں حصہ لیا۔ برطانوی حکمرانوں سے روس کے واقعات کی اہمیت پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ جانتے تھے کہ محکوم ممالک پر اس کا بہت گہرا اثر ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے روس میں سماجی تبدیلیوں کے نتائج کو برے رنگ میں پیش کرنے میں کسر نہیں اٹھا رکھی۔ انھوں نے دنیا کی پہلی سوشلسٹ ریاست کے رہنما کو خون کا پیاسا ظالم اور راکشس ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مثال کے طور پر ان دنوں ہندستان میں برطانوی ترجمان اخبار اسٹیٹسمین نے ۱۶ جولائی ۱۹۲۰ء کو لکھا "ظالم لینن نے روس کو اپنے شکنجہ میں کس لیا ہے۔"

لیکن دنیا کی پہلی پرولتاری ریاست کے بانی لینن کی طرف بنگال کے قوم پرست اخباروں کا کیا رویہ تھا؟ بحیثیت مجموعی بنگالی اخبارات سامراجی پروپگنڈے کا شکار نہیں ہوئے۔ نہ صرف یہ کہ ان اخباروں نے سودیت یونین کے متعلق صحیح خبریں چھاپیں بلکہ لینن کے بارے میں بھی مضامین وغیرہ شائع کئے جن میں بین الاقوامی پرولتاریہ کے رہنما سے عقیدت اور احترام کا اظہار کیا گیا تھا۔ ان مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب کے آدرشوں اور اس کے عظیم رہنما لینن سے لوگ متاثر ہو رہے تھے۔ بنگال کے اخباروں میں سب سے پہلے جس نے لینن کی سوانح عمری شائع کی وہ ایک مذہبی رسالہ ست سنگ تھا۔ اسی سال ۲۲ دسمبر کو بائیں بازو کے ایک رسالہ بجلی نے لینن پر پھنندر بھوشن گھوش کا مضمون شائع کیا۔ ۱۹۲۲ء میں سچندر ناتھ سانیال نے جو ایک مشہور انقلابی اور جمشید پور میں مزدوروں اور ٹریڈ یونین میں کام کرتے تھے، لینن اور عصری روس کے عنوان سے ایک سلسلۂ مضامین ایک بنگلہ ہفتہ وار

شنکھ میں شائع کیا۔ یہ اخبار بنگال کی ایک انقلابی پارٹی الوشیلن کا ترجمان تھا۔ انھوں نے ۱۹۲۲ء میں لکھا کہ لینن نے اپنی کتاب روس میں سرمایہ داری کی نشو و نما میں روس کی معاشی حالت تفصیل سے بیان کی تھی۔ سچندر ناتھ سانیال کا کہنا ہے کہ "لینن نے ہی پہلی مرتبہ وضاحت سے بتایا کہ محض سیاسی جمہوریت کے قیام سے تمام مسائل نہیں حل ہو جائیں گے کیونکہ دولتمندوں کی معاشی قوت کی بدولت اصلی قوت بھی انھیں کے ہاتھوں میں ہوگی ... لینن نے پہلی مرتبہ روس میں کارل مارکس کے سوشلسٹ نظریوں کو عملی جامہ پہنایا۔"

اپنے مضمون لینن کا اثر میں بنگالی مورخ گوتم چٹو پادھیائے کا خیال ہے کہ سچندر ناتھ سانیال کی تحریریں ہندستان میں سوشلسٹ فکر کے ایک اولین رہنما کی تخلیقی کاوشیں ہیں۔ چٹو پادھیائے کے خیال میں لینن کا اثر الوشیلن پارٹی کے ممبروں پر اور ایک دوسری انقلابی پارٹی یوگانتر پر ہی نہیں بلکہ بنگال کی تمام انقلابی پارٹیوں پر پڑا۔ مثال کے طور پر انھوں نے امولیا چرن ادھیکاری کی تحریروں کا حوالہ دیا ہے۔ وہ مشرقی بنگال کے ایک یوگانتر رہنما تھے۔ اپریل مئی ۱۹۲۳ء میں انھوں نے بھی ایک با اثر بنگلہ ہفتہ وار آتم شکتی میں لینن پر ایک سلسلہ مضامین لکھے۔ لینن پر اپنے ایک نہایت واضح مضمون میں انھوں نے لکھا: "روس میں انقلاب ہو گیا۔ سرمایہ دار اب اس جاگے ہوئے شیر کی غضب ناک گرج سے دہشت زدہ تھے۔ جنھوں نے مخالفت کی کوشش کی وہ انقلاب کی رتھ کے نیچے کچل ڈالے گئے.... مختصر سی مدت میں سوویت حکومت بالشویکوں کی رہنمائی میں قائم ہوئی۔ اس کا سہرا سب سے بڑھ کر لینن کی مستحکم لیڈر شپ کے سر ہے۔ بالشویک، سامراج کے مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی، فرانسیسی، اور دیگر سامراجی اس نوزائیدہ ریاست کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن خدا کی مرضی کچھ اور ہے۔ لینن کی رہنمائی میں بالشویک کامیاب ہوئے۔ سامراجیوں کو پسپا ہونا پڑا۔ فتحمند بالشویک پوری دنیا میں آزادی، مساوات اور بھائی چارے کا پیغام پھیلا رہے ہیں۔ مظلوم انسانیت کی نجات کی امیدیں آج لینن اور بالشویکوں سے وابستہ ہیں۔"

یہ خیالات ۱۹۲۳ء کے لیے یقیناً نہایت انقلابی ہیں۔

من موہن گھوش نے ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء کے شنکھ میں لکھا تھا:

"اگر ہم ان کی تعریف یا برائی کچھ نہ کریں تو بھی یہ ماننا پڑے گا کہ وہ طاقتور حریفوں کے حملوں کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ روس کے لوگوں کی اکثریت نے بالشویکوں کی حکومت کو محض برداشت نہیں کیا بلکہ وہ لینن کی پرستش کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ بالشویکوں کے پاس کم از کم ایک رہنما اور زبردست روحانی قوت موجود ہے۔"

لینن کی نسبت بنگالی اخبارات کی رائے کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ۱۹۲۲ء میں جب اس رہنمائے اعظم کی موت کی غلط خبر پھیلائی گئی تو ان اخبارات کا کیا ردعمل تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ بنگال میں

لینن کا کس قدر احترام کیا جاتا تھا۔ تمام قوم پرست اخبارات کو اس "خبر" سے سخت صدمہ پہنچا۔ روز نامہ آنند بازار پتریکا نے ۲۱ جولائی ۱۹۲۲ء کو لکھا: "لینن کی موت کی خبر شائع ہوئی ہے۔ اگر ہم اس خبر کو صحیح مانیں تو کہنا پڑے گا کہ دنیا کو شدید نقصان ہوا ہے"۔ اسی تاریخ کو کلکتہ کے ایک اور بااثر اخبار فائک نے لکھا: "دنیا میں آج کون ملک ہے جہاں اس کے جیسا سنت، دانا اور فلسفی موجود ہے؟ دنیا کی تین چوتھائی آبادی نے ایک رائے سے یہ مانا ہے کہ لینن ایک عظیم انسان تھے"۔

ہندستان میں برطانوی پروپگنڈے کا مذاق اڑاتے ہوئے بنگلہ اخبار دینک بسومتی نے ۱۹ مئی ۱۹۲۳ء کو لکھا: "انگریزوں کی نظر میں بالشویک حکومت دنیا میں تمام غلطیوں اور مظالم کی ذمہ دار ہے۔ لیکن اب یہ کہا جانے لگا ہے کہ بالشویک حکومت کے صدر لینن اچھے انسان ہیں۔ لہٰذا یہ سمجھنا دشوار ہے کہ پھر ان کی حکومت اتنی بری کیونکر ہو گئی۔ کون نہیں جانتا کہ پروپگنڈے سے سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کر دکھایا جا سکتا ہے"۔

لینن کی موت کی خبر غلط نکلی۔ اس سے سوویت یونین اور لینن کے ہزاروں بہی خواہوں کے دل خوشی سے معمور ہو گئے۔ بنگالی اخبار ینگ دمات نے یہ بتاتے ہوئے کہ لینن سامراجیوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہے ہیں، ۱۲ اپریل ۱۹۲۳ء کو لکھا: "لینن کی وجہ سے یورپ کے خود سر حکمرانوں کو بہت پریشانی ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ لینن سے کیا سلوک کریں۔ لہٰذا وہ ان کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہے ہیں۔ یورپی اخباروں میں ان کے متعلق جتنی جھوٹی باتیں شائع ہوتی ہیں، ان کا کوئی شمار نہیں۔ مخالف پارٹیوں کے مصنف اور ادیب ان کو ایسے سیاہ رنگوں میں رنگتے ہیں کہ وہ دنیا کو مہیب شیطان نظر آئیں، ان کے دشمن محض تہمت لگانے سے مطمئن نہیں۔ وہ ان کی موت کی جھوٹی خبریں اڑانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ ۲۱ اگست ۱۹۱۸ء کو یہ خبر پھیلائی کہ ماسکو میں لینن کو قتل کر دیا گیا۔ اسی سال ۲ ستمبر کو یہ خبر شائع ہوئی کہ ۲۱ اگست کو انھیں جو زخم آئے تھے۔ اس سے وہ مر گئے۔ پھر اسی دن یہ خبر بھی چھپی کہ لینن کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تب سے آج تک لینن کی موت کی خبریں اور پھر ان کی تردید بھی وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فالج کی وجہ سے لینن کی قوت گویائی سلب ہو گئی ہے۔ ہم اپنے وطنوں سے کہیں گے کہ اس خبر کو بھی ماننے میں تامل کریں"۔

بنگال کے ایک اور اخبار سٹنڈرڈ بیرر نے لکھا:

"روس میں لینن کا حیرت انگیز کارنامہ ایک ایسا معجزہ ہے جس سے سبھی واقف ہیں۔ ان کے دشمن ہزار بار ان کی موت چاہیں گے۔ ان کے کارناموں کو کم کر کے دکھایا جا سکتا ہے یا ان پر سیاہی پوت دی جا سکتی ہے۔ لیکن دنیا کی تاریخ لینن کی روایات کو زندہ رکھے گی۔ عصر حاضر میں انسان کی پاکیزہ کاوش کی قابل فخر یادگار کے طور پر لینن خدا کے اوتار یا فوق الانسان ہستی نہ ہوں لیکن خود اپنے حیرت انگیز طریقے پر انھوں نے انسانی معاملات میں عظیم الشان تبدیلی کی کوشش کی اور راستہ صاف کیا کہ دنیا پر ایک زیادہ روحانی قسم کی برتر قوت نازل ہو"۔

اسی اخبار نے اسی سال ۲۹ رمئی کے شمارے میں روس کے نارد نیک (عوامیت پسندوں کے) خیالات کے خلاف لینن کی جدوجہد پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اس بات پر زور دیا کہ روس کی تاریخ کو بدلنے میں ان لوگوں کا زبردست حصہ ہے جن کی رہنمائی لینن کر رہے ہیں۔ مصنف کے الفاظ میں "لینن مزدور طبقہ کے حق میں ہیں۔ وہ پرولتاریہ کی حکومت کے حامی ہیں۔ ۳۰ برس پہلے وہ اس مرکزی خیال پر پہنچے اور وہ بات لکھی جو آگے چل کر سچی پیشین گوئی ثابت ہوئی۔ روس میں مستقبل کا آدمی موزھک (دہقان) ہے — یہ ان لوگوں کا خیال تھا جو نارد نیکی یعنی اس لفظ کے وسیع ترین معنوں میں کسانی سوشلزم کے نمائندہ تھے۔ لیکن سوشل ڈیموکریٹوں نے کہا کہ روس میں مستقبل کا آدمی مزدور ہے۔

" چنانچہ ایک مسودے میں مارکسیوں کا نقطۂ نظر مرتب کیا گیا ہے۔ اور بالشویزم کی پوری تاریخ مزدور راج کے خیال کو عملی جامہ پہنانے کے سوا کچھ نہیں ہے اور اس پوری مدت میں ۱۸۹۴ء کے دنوں سے آج تک اس کلاسیکی جدوجہد کی رہنمائی نکولس لینن نے کی ہے جو اس شدریک کے رشی اور پرولتاری آمریت کے بانی ہیں۔ اس پرولتاری طبقہ کی نجات کے لئے عالمی انقلاب لینن کے دماغ کا درخشاں تصور ہے۔ سوویت اقتدار مطلق، آزاد شدہ پرولتاریہ کی قیادت اور آمریت کو ایک عارضی واقعہ مان لیا گیا ہے، سماجی، سیاسی نشوونما کی ایک گزر جانے والی مگر ضروری منزل جو بالآخر ریاست کے انسداد تک لے جائے گی جس کا مطلب ہوگا عالم انسانیت کی آزادی اور اس کا شاندار مقدر۔"

سٹینڈرڈ بیرر کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے لکھنے والے مارکسی لیننی نظریہ کے بنیادی اصولوں سے واقف تھے اور انھیں پکا یقین تھا کہ لینن کو ایک پرامن اور منصفانہ سماج قائم کرنے کی جدوجہد میں بالآخر ضرور کامیابی ہوگی۔

لینن کی وفات پر اھرت بازار پتریکا نے ۲۵ جنوری ۱۹۲۴ء کو اپنے اداریہ میں لکھا: "لینن کی وفات نے جو ہمارے خیال میں اب واقعتہً ہو چکی ہے، عہد جدید کی ایک ممتاز ترین شخصیت کو ہم سے چھین لیا۔ شاید کسی اور شخص کو اس کے ہمعصروں نے اتنے غلط رنگ میں نہیں پیش کیا اور اتنا غلط نہیں پیش کیا اور اتنا غلط نہیں سمجھا جتنا اس عظیم الشان ہستی کو جس کا سوویت روس میں زبردست اثر ہے۔ جتنا کچھ کہا اور کیا گیا ہے اس کے بعد، جب تکرار کی گرد دب جائے گی اور حیرت کا اثر ختم ہو جائے گا اور نئی دنیا کی تاریخ غیر جانبداری سے لکھی جائے گی تو لوگ سمجھیں گے کہ لینن ان شخصیتوں میں تھے جنھوں نے تمام خامیوں کے باوجود، سماج کو کمیونزم کی بنیاد پر از سرِ نو تعمیر کرنے کی نہایت قابلِ تعریف کوشش کی۔ تجربہ نیا تھا مگر سوچ بچار کر لیا گیا تھا جیسا کہ ابھی حال میں ایک ممتاز بالشویک رہنما نے بتایا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ اس سماج کے تار و پود کو برباد کر دیا جائے جو سرمایہ داری نظام پر مبنی تھا۔

"لہٰذا دنیا کے مفاداتِ حاصلہ والے اس تجربہ سے دہشت زدہ ہو گئے اور سارا سرمایہ دار یورپ اس کے

خلاف صف آرا ہو گیا لیکن آفریں ہے اس غیر معمولی انسان پر کوئی چیز اسے ہراساں نہیں کر سکی اور تنظیم کی حیرت انگیز صلاحیت اور غیر معمولی استعداد کے امتزاج سے کام لے کر انھوں نے سرخ فوج کو جو سوشلزم کے نئے مسلک کی انقلابی پیغامبر تھی، یورپ کی ایک زبردست طاقت بنا دیا۔ آج اس پر بحث کرنا لا حاصل ہے کہ ان کا آدرش کہاں تک قابل عمل تھا اور اپنے آدرش تک پہنچنے کی کوشش میں انھیں ایسے ذرائع استعمال کرنے پڑے جس سے ساری انسانی آزادی کی نفی ہوتی تھی۔ یہ کہنا کافی ہے کہ انقلاب کے جو بیج وہ چھوڑ گئے وہ ساری دنیا میں پھیل چکے ہیں اور آج کوئی انھیں برباد نہیں کر سکتا۔ اس غیر معمولی انسان کی روح کو امن نصیب ہو۔"

لینن کے متعلق بنگال میں کتابیں ۲۰ ویں صدی کے دوسرے دہے سے لکھی جانے لگیں۔ ۱۹۲۱ء میں ایک کتاب "لینن" کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس کے مصنف پھنی بھوشن گھوش تھے۔ گوتم چٹوپادھیائے کی رائے ہے کہ "یہ ایک قابلِ تعریف کتاب ہے اور ایک اور کتاب سے اس کا موازنہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا جو اسی سال بمبئی سے شائع ہوئی تھی۔ جس کا نام گاندھی بنام لینن تھا اور جس کے مصنف سری پدامرت ڈانگے تھے۔ ڈانگے کی کتاب اپریل ۱۹۲۱ء میں چھپی تھی جب کہ پھنی بھوشن گھوش کی کتاب کا ماہ اشاعت ستمبر ۱۹۲۱ء ہے۔"

پھنی بھوشن گھوش نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا: "بالشویزم کی بابت اب بہت کچھ معلوم ہے۔ لیکن برطانوی حکومت چونکہ بالشویکوں سے ڈرتی ہے لہٰذا وہ ان کے متعلق کتابوں کو ہندستان نہیں آنے دیتی۔ اس کتاب میں بالشویک رہنما کے متعلق کچھ باتیں بتائی گئی ہیں۔ جن کتابوں سے مدد ملی ان میں سری پدامرت ڈانگے کی کتاب گاندھی بنام لینن خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔"

اکتوبر انقلاب اور لینن کے متعلق بنگلہ میں ایک اور ابتدائی کتاب "ویلو پتھے روسیا در وپا نتر (انقلاب کے راستے روس کی قلب ماہیت) فروری ۱۹۲۴ء میں پروفیسر اتول چندر سین نے لکھی تھی۔ پروفیسر گوتم چٹوپادھیائے نے مجھے اس کتاب کے بارے میں بتایا اور اس کے کچھ حصوں کا ترجمہ بھیجا۔ اس کے متعلق تفصیلات پی۔ سی۔ جوشی کے مضمون میں موجود ہیں جو دہلی کے ہفتہ وار لنک مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۸ء کو شائع ہوا تھا۔

اس کتاب کے پہلے باب میں جس کا عنوان "۷ نومبر ۱۹۱۷ء" ہے، سین نے جو ڈھاکہ نیشنل کالج کے پروفیسر تھے، لکھا: "۱۵ مارچ ۱۹۱۷ء کو زار نکولس تخت سے دستبردار ہو گئے۔ اسی سال ۷ نومبر کو روس کی تاریخ یا یوں کہیے کہ دنیا میں ایک بے مثال واقعہ ہوا۔ روس کے محنت کش عوام نے اس دن ریاست کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی۔ دنیا یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی کہ مظلوم اور غلام محنت کش جب عزم آزادی کے ساتھ متحد ہوتے ہیں تو پھر وہ نجات حاصل کرتے ہیں۔ روس کی تازہ ترین تاریخ یہ پیغام پوری دنیا میں پھیلا رہی ہے۔"

آگے چل کر پروفیسر سین نے بتایا کہ اس انقلاب کے رہنما اور اس ریاست کے سرکردہ لینن نے کیونکر اس انقلاب کو فروغ دیا اور ان کے ذہن میں اس کے تاریخی مقدر کا کیا تصور تھا۔ "لینن سامراجی جنگوں کو اس دنیا سے

مٹانا اور پائدار امن قائم کرنا چاہتے تھے۔ مزدور آج طبقہ امراء کے لئے توپ کی بارود کا کام دیتے ہیں اور فوجیوں کے لئے ہتھیار فراہم کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ایک مرتبہ متحد ہو جائیں اور جنگ کے خلاف صف آرا ہو جائیں تو حرص و ہوس کی سامراجی جنگیں دنیا سے ختم ہو جائیں گی۔ اسی غرض سے لینن نے اسٹاک ہوم میں ایک کانفرنس بلائی۔ اس طرح لینن کے خواب کی تیسری انٹرنیشنل تخم کی صورت میں پیدا ہوئی۔ کانفرنس کا پیغام ساری دنیا میں گونج اٹھا۔ "دنیا کے مزدورو، متحد ہو جاؤ!"

کتاب کے آخری باب میں جس کا عنوان "بالشویزم" تھا، مصنف نے لکھا: "بالشویزم کا مطلب ہے لینن، لینن کا مطلب ہے بالشویزم۔ بالشویزم لینن کا یوٹوپیائی خواب نہیں۔ یہ ان کے استاد کارل مارکس کے آدرشوں کی عملی صورت ہے۔ بالشویزم کی بنیادی کتاب کارل مارکس کی مشہور عالم داس کیپیٹال ہے۔ اس کتاب میں غریبوں کے بہی خواہ مارکس نے ایک ایسے سماج کا خواب دیکھا جس میں افلاس نہیں ہوگا اور جو مساوات پر مبنی ہوگا۔ لینن نے اپنی غیر معمولی قابلیت سے مارکس کے خواب کو حقیقت کا جامہ پہنایا۔ لینن کا سوویت روس کارل مارکس کے خواب کی تعبیر ہے۔"

اس طرح آزادی پسند ہندستان نے سوویت روس میں ہونے والے عہد آفریں واقعات کے متعلق جن کے رہنما لینن تھے، تعریف و تحسین کا اظہار کیا۔ یہ کتاب اس لائق تھی کہ اس کا مقدمہ بنگال کا ایک عظیم فرزند لکھے۔ چنانچہ جنگِ آزادی کے ایک ممتاز مجاہد چترنجن داس نے جنھیں قوم نے 'دیش بندھو' کا لقب عطا کیا تھا، اس کا مقدمہ لکھا۔ چترنجن داس نے لکھا کہ یہ بات خصوصیت سے اہم ہے کہ پروفیسر سین نے یہ کتاب ایسی زبان میں لکھی جسے عام لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ان کے ہم وطنوں کو دنیا کے حالات کی واقفیت نہیں ہے۔ یہ کتاب "ہمارے لوگوں کو روس کے متعلق سچی باتیں بتائے گی اور اس طرح ہمارے ہم وطنوں کے ذہنی افق کو وسیع کرے گی۔"

اس کتاب پر کام ۱۹۲۳ء کے آخر تک پورا ہو چکا تھا۔ لیکن اس کی اشاعت لینن کی زندگی میں نہیں ہو سکی۔ لہٰذا مصنف نے اپنی تمہید ان الفاظ سے شروع کی "لینن نہیں رہے۔" انھوں نے لکھا: "بورژوازی کی امید پوری ہوگی۔ 'رائٹر' نے خبر دی ہے کہ روسی ریاست کے صدر لینن ماسکو کے نزدیک ایک پہاڑی مقام پر فوت کر گئے۔ آج سارا روس ماتم کناں ہے۔ اس ملک میں بھی مدراس کی مزدور کسان پارٹی ایک ہفتہ سوگ منا کر اس عظیم رہنما اور قائد کو خراج عقیدت پیش کرے گی۔"

بنگال میں کوئی اخبار نہیں تھا جس نے لینن کی وفات پر اظہار افسوس نہیں کیا ہو۔ دینک بسومتی نے ۲۵ جنوری ۱۹۲۴ء کو لکھا کہ لینن "عظیم کارناموں والے انسان" تھے۔ انگریزی کے اخبار فارورڈ نے جس کے بانی دیش بندھو چترنجن داس تھے ۲۶ جنوری ۱۹۲۴ء کو لکھا "لینن مزدوروں کے دلوں میں زندہ ہیں اور ان کی فتح میں ان کا نام روشن رہے گا۔"

امرتسر سے نکلنے والے پنجابی ماہنامہ کرتی کا سرورق۔ اس میں لینن کے متعدد مضامین شائع ہوئے۔

سری پدامرت ڈانگے نے لینن کی وفات پر ایک مضمون میں (سوشلسٹ جلد ۲، نمبر ۸، ۳۰ جنوری ۱۹۲۴ء کو) لکھا کہ لینن نے "اپنی نہ چوکنے والی نگاہوں سے یہ دیکھ لیا کہ انقلاب روس کی کنجی کہاں ہے۔ انھوں نے سیدھے فوج اور کسانوں سے اپیل کی — جو بزدل متوسط طبقہ سے الگ ایک قوت تھی اور پرولتاریہ کے ساتھ مشترکہ نصب العین پر اتحاد کیا۔ انھوں نے انقلاب کرنے کے لئے انقلاب پر ایک کتاب لکھنے کا کام چھوڑا۔ اور اس انقلاب کو انھوں نے بخوبی انجام دیا۔" (دیکھئے ہندستان میں کمیونزم مصنف سی۔ کے۔ صفحہ ۲۳، ۲۴)،

لینن کے متعلق ہندستان میں جو ابتدائی تحریریں ہیں ان سب کا پتہ لگانے کے لئے متعدد تحقیقی کارکنوں کی مساعی درکار ہوں گی۔ انھیں نہ صرف نامعلوم مطبوعات کا پتہ لگانا ہوگا بلکہ انھیں مربوط کرنا، ان کی فہرست کتب تیار کرنا اور ان کے مصنفین اور ناشروں کے حالات جمع کرنے ہوں گے۔ لیکن جو تحریریں اور واقعات ابھی تک معلوم ہو سکے ہیں، ان سے بھی ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں: لینن اور اکتوبر انقلاب کا ہندستان کی تحریکِ آزادی پر زبردست اثر پڑا۔ اس تحریک کے بائیں بازو کے لوگ لینن کی تعلیم کے زیر اثر آزادی کی جدوجہد

کو ایک نیا مفہوم عطا کرنے، اس میں ایک کیفی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جو واقعات دستیاب ہوئے ہیں ان سے یہ بھی پوری وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندستان میں سوشلسٹ خیالات آپ ہی آپ پھیل رہے تھے۔ اس کے پیچھے "ماسکو کا سونا"، یا "ماسکو کے ایجنٹ" نہیں تھے۔ لینن کی وفات کے بعد ان کا نام، ان کی تعلیمات اور مارکسزم لینن ازم کے خیالات پورے ہندستان میں چاروں طرف پھیل گئے اور اس طویل و عریض ملک کے تمام گوشوں میں انھیں پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا گیا۔

۱۹۲۷ء میں ہی محنت کشوں کے اس عظیم رہنما کی سالگرہ ہندستان میں مختلف مقامات پر منائی گئی تھی۔ میں نے فروری ۱۹۲۷ء کا کیرتی اخبار دیکھا ہے جو مجھے باباگورمکھ سنگھ نے دیا تھا۔ اس میں کہا گیا تھا "ہمیں یہ دیکھ کر نہایت مسرت ہوتی ہے کہ جس طرح لوگ مہاپرشوں کے جنم مناتے اور ان کا احترام کرتے ہیں اسی طرح وہ بالشویکوں کے مرحوم رہنما لینن کا یوم پیدائش منانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اب لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اگر کبھی کوئی ایسا انسان تھا جو غریبوں کا دوست تھا، جو مزدوروں کے معیارِ زندگی کو بلند کرنا چاہتا تھا، جس نے کسانوں کی مصیبت پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا تو وہ لینن تھا۔ لوگ اب سمجھنے لگے ہیں کہ انھوں نے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں اور کس طرح انھوں نے سوشلسٹ ریاست قائم کی۔ ہمارا خیال ہے کہ صرف ایک لیننی پالیسی ہی دنیا کے مزدوروں کو آزاد کر سکتی ہے۔ پس یہ ہر مزدور کا فرض ہے کہ وہ اس عظیم انسان کے جشنِ پیدائش میں حصہ لے"۔

دہلی کے ایک اردو روزنامہ ہمدرد نے ۲۹ جنوری ۱۹۲۹ء کو بمبئی میں لینن کی یاد میں ہونے والے ایک جلسہ کی خبر چھاپی۔ اس اخبار کی رپورٹ کے مطابق اس جلسہ میں شری پدامرت ڈانگے، شوکت عثمانی وغیرہ کی تقریریں ہوئیں۔ سبھی مقرروں نے لینن کی عظمت پر زور دیا اور دنیا کے محنت کشوں کے لئے مارکسزم لینن ازم کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

اکتوبر انقلاب کے متعلق سچی خبریں اور مارکسزم لینن ازم کے خیالات کو پھیلانے اور ہندستان کی قومی آزادی کی تحریک کے ممتاز نمائندوں کے نقطۂ نظر پر اثر انداز ہونے میں ترقی پسند ہندستانی مصنفین کے رول کو کم کر کے نہیں دیکھنا چاہئے۔ ۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے دہ سالوں میں ان کی خدمات جب کہ لینن اور سودیت یونین کی ہمدردی یا تعریف میں ایک سطر لکھنے پر بھی برطانوی سامراجیوں کے ہاتھوں سزا بھگتنی پڑتی تھی، دلیرانہ ہی کہی جا سکتی ہیں۔ سوشلزم، ترقی اور قومی آزادی کی تحریک کے لئے یہ ایک بیش بہا خدمت تھی۔

ان مطبوعات کی اہمیت صرف یہ نہیں کہ ان کی مدد سے ہندستان کے مجاہدین آزادی کی ایک پود کی تربیت ہوئی اور وہ مشرق کے ممالک میں سامراجی غلامی کے لئے مستقبل کے چیلنج کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی اہمیت یہ بھی ہے کہ وہ سوویت یونین اور ہندستان کے لوگوں کے مابین دوستانہ تعلق اور ہمدردی پیدا ہونے کا دستاویزی اظہار ہے۔ اور آخری بات لیکن جو اہمیت میں کسی سے کم نہیں، یہ مطبوعات بعض مغربی دروغ گویوں

رابرٹ پین اور لوئ فشر جیسے لوگوں کی نام نہاد سائنٹفک تصنیفات کا پردہ چاک کرتی ہیں جن میں لینن کی شبیہ، ان کی تعلیمات، عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے نتائج اور دنیا کے چھٹے حصہ پر کمیونسٹ تعمیر کے کارناموں کو مسخ کرکے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ لینن ازم کے دشمن نظریاتی جدوجہد کو تیز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

لینن کے نام کا اثر کچھ ہندستانیوں کے خیالات پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ بعض والدین نے فرط عقیدت میں اپنی اولاد کا نام ان کے نام پر رکھا۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے تحریک خودداری کے کئی رہنماؤں نے (جس کی بنیاد راماسوامی نیکر نے رکھی تھی) اپنے بچوں کا نام کمیونسٹ تحریک کے رہنما کے نام پر رکھا۔ سابق مدراس ریاست کے ایک وزیر شری س۔ رام ناتھن کے بھتیجے کا نام لینن ہے اور وہ چترالا اسٹوڈیو میں ہر دل عزیز ڈائرکٹر سریدھر کے مددگار کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ مسٹر ستن کولم راگھون نے جو کو دی آدسو کے ادارتی سٹاف کے رکن ہیں، اپنی بیٹی کا نام کرلپسکایا رکھا ہے۔ آندھرا کے مشہور شاعر سری سری کو حال میں سوویت دیس نہرو انعام ملا ہے۔ ان کی بیٹی لینینا ہیں۔ کچھ دن ہوئے ہندستان سے شائع ہونے والے رسالہ سوویت دیس کے ادارتی بورڈ کے مسٹر ک۔ نہرو پٹنائک کا ایک خط ملا جس میں انھوں نے اپنے سوویت بھائیوں کو یہ خوش خبری سنائی تھی کہ انھوں نے اپنے پہلے بیٹے کا نام لینن رکھا کیونکہ وہ یکم مئی کو پیدا ہوا تھا جو کہ محنت کشوں کی بین الاقوامی یکجہتی کا دن ہے۔

لینن اور اکتوبر انقلاب کے متعلق ہندستانی مصنفوں کی کتابوں سے دنیا کے عظیم ترین انقلاب کے رہنما کے لئے محبت اور عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ ان کے مزید مطالعہ سے مشرق کے ممالک میں ترقی پسند خیالات کی تشکیل میں لینتی خیالات کے اثر کی گہری تفتیش میں مدد ملے گی۔ خود میری تحقیق میں گجراتی، ملیالم، اڑیا، آسامی وغیرہ متعدد زبانیں شامل نہیں ہیں۔ لیکن ان کے مطالعہ کی بھی ضرورت ہے اور میری پرزور خواہش ہے کہ یہ کام بھی کیا جائے۔

۹

تتمہ

ہندستان میں تاریکی ہے
گلیوں میں نعشیں ہیں، قحط کا راج ہے
ملک میں ناانصافی ہے، فضول شبہات ہیں
راتیں اندھیری ہیں
بدیسی بیڑیاں ہمارے پیروں میں ہیں
یہاں بھی خاموشی کے ساتھ
لینن زمین تیار کر رہے ہیں

سوکانت بھٹاچاریہ کی
ایک نظم سے جو ۱۹۴۷ء سے
پہلے لکھی گئی تھی۔

سوال یہ تھا کہ پھانسی پر لٹکنے سے ٹھیک پہلے بھگت سنگھ کس کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ اس کے جواب کی تلاش میں مجھے نئی دریافتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ مل گیا۔ بجئے کمار سنہا کی رائے میں یہ کتاب ڈ۔ س۔ مرسکی کی لینن ہو سکتی تھی جو تیسرے دہے کی ابتدا میں ہندستانی انقلابیوں میں بہت مقبول تھی۔ لیکن یہ

بات ممکن نہیں معلوم ہوتی کہ وہ کتاب مارچ ۱۹۳۱ء کے آخر تک جب بھگت سنگھ کو پھانسی دی گئی، ہندستان پہنچی ہو۔ کیونکہ وہ کتاب ۱۹۳۱ء میں ہی شائع ہوئی تھی۔ کچھ دن بعد رجنی پام دت کی کتاب لینن اور رالف فاکس کی لینن انگلینڈ میں شائع ہوئیں اور پھر ہندستان لائی گئیں۔ لیکن یہ کتابیں بھگت سنگھ کی شہادت کے بعد ہندستان آئیں۔

میں نے سوچا شائد جواہر لال نہرو کی تصنیف میں اس کا کوئی سراغ ملے۔ انھوں نے اپنی کتاب سوویت رُوس: خاکے اور تاثرات مطبوعہ بمبئی ۱۹۲۹ء میں ایک باب لینن کے لئے وقف کیا تھا۔ اپنے قارئین کو یہ مشورہ دیتے ہوئے کہ انقلاب کے رہنماؤں کی حیات اور کارناموں کا مطالعہ کریں جنھوں نے ایک نئے اور عظیم روس کی تخلیق کی تھی، جواہر لال نہرو نے اس بات پر زور دیا تھا کہ "ان میں عظیم ترین — لینن"، کے متعلق معلومات کو لوگوں میں پھیلانا ضروری ہے۔

جواہر لال نہرو نے افسوس کے ساتھ لکھا کہ اس زمانہ کے ہندستان میں لینن کی سوانح حیات پر کوئی تشفی بخش کتاب نہیں ملتی تھی۔ انھوں نے اپنے فُولوپ مِلر، ویلیر یوس مارکوس اور ایمل لُڈوگ کی کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں دلچسپ خاکے موجود ہیں لیکن ان کتابوں سے ان کی پوری تشفی نہیں ہوئی۔

کیا یہی وہ کتابیں تھیں جن میں بھگت سنگھ کا دھیان لگا ہوا تھا؟

چند مہینے پہلے جب کہ اس مسودے کے سلسلے میں کام تقریباً ختم ہو چکا تھا کہ راقم کی ملاقات ایک ہندستانی صحافی رتن لال بنسل سے ہوئی۔ انھوں نے ایک کتاب دیکھنے کا مشورہ دیا جو ہندی میں ابھی حال میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا نام ہے یُگ درشٹا بھگت سنگھ اور ان کے مرتنجئے پورکھے۔ اسے ۱۹۶۸ء میں وارنسی میں بھارتیہ گیان پیٹھ نے شائع کیا ہے۔ اس کی مصنفہ دیریندر سندھو، عظیم انقلابی کی بھتیجی ہیں۔

اپنی کتاب میں ویریندر سندھو نے نہایت پُراثر انداز میں بتایا ہے کہ بھگت سنگھ کو عظیم اکتوبر انقلاب اور اس کے رہنما لینن کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کی کتنی خواہش تھی۔ ان کے خیالات کی مدد سے بھگت سنگھ کو جہاں یہ صاف نظر آنے لگا کہ سامراج کا خاتمہ قریب اور ناگزیر ہے، وہاں اس کے فیضان سے انھوں نے ایسا قدم اٹھایا جس نے ہندستان کی قومی آزادی کی پوری تحریک کو متاثر کیا۔ جولائی ۱۹۲۹ء میں بھگت سنگھ نے دہلی میں ایک برطانوی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اعلان کیا تھا کہ "سائبیریا کی کانیں روس میں انقلاب کے شعلوں کو نہیں دبا سکیں۔ برطانوی حکمنامے اور مظالم بھی ہندستان میں جہاد آزادی کے شعلوں کو نہیں بجھا سکیں گے۔"

بھگت سنگھ کے ساتھ جن انقلابیوں کو سزائیں ملی تھیں انھیں لینن کی تصانیف میں اور سوویت روس کے متعلق کتابوں میں بہتیرے اہم سوالات کے جواب ملے۔ ان سے انھیں اپنے عزم و ارادے کو مستحکم کرنے میں مدد ملی کہ پھانسی کے تختے کا ہنسی خوشی سامنا کریں جس کی سزا انھیں سامراجیوں نے دی تھی۔ شریمتی سندھو کی کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جیل میں یومِ لینن منایا کرتے تھے۔

لینن کے نام اور نقش قدم پر انھوں نے انقلابی جد وجہد اور مادرِ وطن کی خدمت میں ایثار و قربانی کا راستہ اختیار کیا۔ ۲۱ رجنوری ۱۹۳۰ء کو لینن کی برسی کے موقع پر بھگت سنگھ اور ان کے ساتھی لال رومال باندھ کر عدالت میں آئے۔ کٹہرے میں آتے ہی انھوں نے رام پرشاد بسمل کی مشہور غزل گائی 'سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے'۔ اس کے بعد انھوں نے نعرہ لگایا "سوشلسٹ انقلاب زندہ باد"، "کمیونسٹ انٹرنیشنل زندہ باد"، "لینن کا نام امر ہے"، "عوام زندہ باد" سامراج مردہ باد"۔ بھگت سنگھ نے تب وہ تار پڑھ کر سنایا جو انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے کمیونسٹ انٹرنیشنل کے نام بھیجنے کے لئے عدالت کو دیا تھا۔ تار یہ تھا: "یوم لینن کے موقعہ پر ہم ان تمام لوگوں کو ہدیہ تہنیت بھیجتے ہیں جو عظیم لینن کے خیالات کو آگے بڑھانے کے لئے کچھ کر رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ روس میں جو عظیم تجربہ کیا جا رہا ہے، وہ کامیاب ہو۔ ہم بین الاقوامی مزدور طبقاتی تحریک کی آواز سے اپنی آواز ملاتے ہیں۔ پرولتاریہ جیتے گا، سرمایہ داری ہارے گی۔ سامراج مردہ باد"۔

بھگت سنگھ اپنے جیل کے باہر کے ساتھیوں کی مدد سے مارکس، اینگلس، گورکی اور دیگر مصنفین کی کتابیں حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ویریندر سندھو کا کہنا ہے کہ لینن کی کتابیں اور لینن کے متعلق کتابیں پڑھنے کی طرف ان کی توجہ تھی۔ رات دن وہ انقلاب روس کو اس کے طریقۂ کار اور اس کے کارناموں کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہم اس نوجوان ہندستانی انقلابی کی انتھک جستجو کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو سامراجیوں کے خلاف مسلسل لڑتا رہا اور آزادئ وطن کی خاطر اپنا سب کچھ تج دیا۔

... صبح کا وقت تھا۔ بھگت سنگھ حسب معمول روزنامہ ٹریبون پڑھ رہے تھے۔ ان کی توجہ کتابوں کے تبصرہ کے حصہ کی طرف گئی۔ لینن کے متعلق ایک کتاب پر تبصرہ چھپا تھا۔ لینن کے متعلق کتاب! انھیں ضرور پڑھنی چاہئے! انھیں معلوم تھا کہ سامراجی "انصاف"، اپنا فیصلہ سنا چکا تھا۔ اور ان کی زندگی کے دن تھوڑے تھے۔ ایسے حالات میں لوگ اپنے عزیز و اقربا سے ملنے کی خواہش کرتے ہیں۔ لیکن ویریندر سندھو لکھتی ہیں کہ "بھگت سنگھ کو لینن سے زیادہ اور کون عزیز تھا"، وہ کتابوں کے ذریعہ لینن سے ملنا چاہتے تھے۔

میں نے ٹریبون کے پرانے فائل کے ذریعہ اس کتاب کا پتہ لگانا چاہا لیکن ایڈیٹر نے مجھے لکھا کہ پرانی فائلیں اگست، ۱۹۴۷ء میں تلف ہو گئیں جب تقسیم ہند کے بعد اخبار کو لاہور سے منتقل کیا جا رہا تھا۔ کتاب کا پتہ لگانے کی میری رہی سہی امید بھی جاتی رہی۔

لیکن مجھے روشنی کی ایک کرن دکھائی دی۔ مجھے معلوم ہوا کہ پران ناتھ مہتا ایڈوکیٹ جو بھگت سنگھ کے پھانسی پانے کے ٹھیک پہلے ان سے پہلے ملے تھے، دہلی میں وکالت کرتے ہیں۔ میں نے انھیں پیغام بھیجا اور انھوں نے براہ عنایت مجھے ملنے کے لئے وقت دیا۔ میرے رفیق کار دیانند انت میرے ساتھ تھے۔ مہتا صاحب نے جو کچھ بتایا وہ یہ ہے:

"میں ان کا وکیل ہی نہیں، ان کے بہترین دوستوں میں تھا۔ اس موقع پر وکالت کا پیشہ ایک نہایت عمدہ

نقاب بھی ثابت ہوا۔ میں ان سے آسانی سے مل سکتا اور بھگت سنگھ کا پیغام ان کے انقلابی رفیقوں اور گھر والوں تک پہنچا سکتا تھا اور ان کا جواب لا سکتا تھا۔ گویا کہ میں باہر کی دنیا سے بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کے رابطہ کا آخری وسیلہ تھا۔

"ان یادگار دنوں میں میں ڈائری لکھا کرتا تھا۔ اس میں میں اپنی گفتگو اور تاثرات لکھتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے جب ملک تقسیم ہوا تو مجھے لاہور سے جلدی میں چلا آنا اور میری ڈائریاں وہیں رہ گئیں اور نہ معلوم ان کا کیا حشر ہوا۔ میں ڈائری اس لئے لکھنے لگا تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ میری نگاہوں کے سامنے تاریخ بن رہی ہے اور میں جو کچھ دیکھوں اور سنوں مجھے اس کا ریکارڈ رکھنا چاہئے۔

"لیکن کچھ باتیں ایسی ہیں جو آج بھی میرے دماغ پر نقش ہیں اور زمانے کے ہاتھ بھی اسے مٹا نہیں سکتے۔۔۔۔

انھوں نے اپنے حافظہ کی مدد سے جو ڈائری بتائی وہ یہ ہے:

"۲۲ مارچ ۱۹۳۱ء۔ جب میں بھگت سنگھ کی کوٹھری سے نکل رہا تھا جہاں ان کے اور ساتھی بھی جمع ہو گئے تھے تو انھوں نے مجھے واپس بلایا اور کہا کہ انھیں معلوم ہوا ہے کہ لینن کے متعلق کوئی کتاب بازار میں آئی ہے۔ انھوں نے مجھ سے وہ کتاب لانے کو کہا۔ ان کے لہجہ میں اصرار تھا۔ وہ اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہتے تھے۔

"انھیں خوب معلوم تھا کہ راج گرو اور سکھدیو کے ساتھ انھیں ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء کو صبح سویرے پھانسی دے دی جائے گی۔ اس وقت تک کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ انگریز حکام نے ان محبانِ وطن کو ۲۳ مارچ کی شام کو ہی پھانسی دینے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ وہ راتوں رات ان کی نعشوں کو ٹھکانے لگا سکیں۔

"۲۳ مارچ ۱۹۳۱ء۔ بھگت سنگھ نے جو کتاب منگوائی تھی وہ بہت تلاش کرنے پر مجھے مل گئی۔ میں نے طے کیا کہ خود جا کر انھیں یہ کتاب دوں گا۔

"لیکن بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ کسی سے ملاقات نہیں کریں گے۔ کیونکہ حکام نے ان کے سلسلے میں جیل کے قواعد و ضوابط پر زیادہ سختی سے عمل شروع کر دیا تھا اور انھیں معدودے چند رشتہ داروں کے سوا کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ لہٰذا احتجاجاً انھوں نے ہر ایک سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔

"مجھے یہ بہت برا لگا کہ کوئی بھی حتیٰ کہ ان کے والدین بھی پھانسی کے پہلے ان سے نہیں مل سکیں گے۔ ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔ میں جیل کے حکام سے ملا اور ان میں سے ایک میں مجھے کچھ ہمدردی دکھائی دی۔ ان کا نام تھا ڈ۔ ن۔ پوری انھوں نے کہا کہ میں ان تینوں قیدیوں کے وکیل کی حیثیت سے ایک درخواست لکھوں کہ میں ان کی وصیت لینا چاہتا ہوں تو وہ مجھے ملنے کی اجازت دے دیں گے۔ چنانچہ میں نے یہی کیا اور مجھے بھگت سنگھ کی کوٹھری میں پہنچا دیا گیا۔ راج گرو اور سکھدیو کو بھی وہیں لایا گیا۔ اس وقت تک مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ ان سے یہ میری آخری ملاقات ہے۔ اور وہ تینوں کل صبح کے بجائے ابھی دو گھنٹہ بعد پھانسی کے تختہ پر لٹکا دئے جائیں گے۔

"لیکن فضا کچھ عجیب عجیب سی تھی جیسے آنے والے واقعات کا بوجھ اس پر ہو۔ سبھی قیدی اس دن اپنی اپنی کوٹھریوں میں تھے۔ کوئی باہر ورزش کرنے نہیں نکلا تھا۔

"میں نے بھگت سنگھ کو وہ کتاب دی۔ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے میں اسے رات ہی میں ختم کرنے کی کوشش کروں گا....

"انھیں کیا معلوم تھا کہ وہ اس کتاب کو کبھی ختم نہیں کر سکیں گے۔

"جب میں باہر آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ انھیں اسی شام کو پھانسی دے دی جائے گی... ابھی تھوڑی دیر میں..."

ہم نے ان سے کتاب کا نام پوچھا تو انھوں نے کہا۔

"مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ کتاب لینن کے متعلق تھی یا خود لینن کی لکھی ہوئی تھی۔ وہ چھوٹی سی کتاب تھی۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا جب میں نے بھگت سنگھ کو وہ کتاب دی تو وہ بولے کہ رات ہی میں اسے ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جب وارڈر انھیں لے جانے کو آئے تو کتاب ان کے ہاتھ میں تھی۔

"بھگت سنگھ کی دوسری چیزوں کے ساتھ وہ کتاب بھی میرے پاس بھجوا دی گئی تھی۔ بھگت سنگھ نے جیل کے حکام سے کہہ دیا تھا۔"

جیل کے ایک وارڈر نے بھگت سنگھ کی زندگی کے آخری لمحات کی جو تصویر کھینچی ہے وہ دیریندر سندھو کے کتاب میں یوں ہے: "ان کے لئے پس و پیش کا وقت نہیں تھا... وہ اپنے سب سے بڑے دوست سے ملنے جا رہے تھے۔ وہ لینن کی سوانح عمری پڑھ رہے تھے جو ان کے دوست پران ناتھ انھیں دے گئے تھے۔ وہ ابھی چند ہی صفحے پڑھنے پائے تھے کہ کوٹھری کا دروازہ کھلا۔ جیل کے افسر اپنی چمکدار وردی میں سامنے کھڑے تھے: 'سردار جی پھانسی کا وقت آگیا تیار ہو جائیے'۔ بھگت سنگھ کے داہنے ہاتھ میں وہ کتاب تھی۔ کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر انھوں نے اپنا بایاں ہاتھ پھیلا کر کہا — ایک انقلابی دوسرے انقلابی سے ملنے چلا۔

"اور چند سطریں پڑھنے کے بعد انھوں نے کتاب بند کر دی اور بولے چلئے..."

لینن کے متعلق ہندستانی مطبوعات کی منتخب فہرست

انگریزی

مصنف	نام کتاب	ناشر	سال
بھارگو، م۔ب۔ل۔	لینن	اپر انڈیا پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ (صفحات ۱۵۲)	۱۹۳۲ء
ڈانگے، سری پد امرت	گاندھی بمقابل لینن	بمبئی	۱۹۲۱ء
گپتا، آنند	انڈیا اینڈ لینن	نیو لٹریچر، نئی دہلی	۱۹۶۰ء
راؤ، گ۔ و۔ کرشنا	نکولائی لینن	مدراس	۱۹۲۱ء

آسامی

مصنف	نام کتاب	ناشر	سال
باردولی، کیرتی	لینن منوہجن	پروگریسو پبلشرز، نوگاؤں	جون ۱۹۶۶ء
ککاتی۔ ودیارتن پدمیشور	لینا رجیونی	پرنٹنگ اینڈ پبلسٹی ۷۔ا۔ بانس تلالین، خضرپور، کلکتہ	۱۹۴۹ء

بنگلہ

مصنف	نام کتاب	ناشر	سال
بندوپادھیائے، نارائن	لینن ایر کتھا	نیشنل بک ایجنسی، کلکتہ	۱۹۵۱ء
چٹوپادھیائے، نرپیندر کرشنا	روش جاتیر کرم ویر	—	۱۹۴۱ء
داس گپتا، پیوش	تالستائے پرسنگے لینن	نیشنل بک ایجنسی، کلکتہ	
دھر، دھیریندر لال	کامریڈ لینن	م۔س۔ سرکار اینڈ سنس، کلکتہ	۱۹۴۴ء
دت، سروج کمار	لینن ایر سمرتی (لینن کی یادیں از کروپسکایا)	نیشنل بک ایجنسی، کلکتہ	۱۹۴۷ء
گنگولی، پریہ ناتھ	لینن و سوویت (البرٹ ولیم کی کتاب لینن)	سرسوتی لائبریری۔ کلکتہ	۱۹۲۶ء
گھوش، بھپنی بھوشن	لینن	کلکتہ	۱۹۲۱ء
مجمدار، نرنجن	وجبیٔ لینن	کلکتہ	۱۹۴۳ء
مکھوپادھیائے، سریندر موہن	جن سیوک لینن	دیب ساہیتہ کوٹر، کلکتہ	۱۹۵۱ء
متر، شیوشنکر	لینن	ریڈیکل بک کلب، کلکتہ تیسرا ایڈیشن	۱۹۵۸ء

سین اتول چندر — ولپو پتھے سوشیار روپانتر — ۱۹۲۴ء

شرینی منی لال — لینن ایر سہت — کلیان مئے شرینی — ۱۹۳۵ء

ھندی

اوستھی، رماشنکر — بالشویک جادوگر — م۔ پ۔ جھن جھن والا — ۱۹۲۱ء

بھارتی، سدانند — مہاتما لینن — چنگاری پرکاشن منڈلی — ۱۹۳۴ء

ایک کرانتی وادی بھارتیہ — لینن — ہزارہ میموریل پریس، گیا — ۱۹۳۹ء

ججا، وشمبھر ناتھ — روس میں یوگانتر — ۱۹۲۳ء

شنکر تیاین، راہل — لینن — پیپلز پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی — ۱۹۵۵ء

شاستری، دیوبرت — ورتمان روس — ۱۹۳۰ء

ودیالنکار، بھودیو — سوادھینتا کے پجاری — ۱۹۲۵ء

ودیالنکار، پران ناتھ — روس کا پنچایتی راج — ۱۹۲۳ء

کنڑ

گورکھ — ربادا درد دھارا کنادا نکولس لینن — بھارت بھگت گرنتھ مالا، ہبلی — ۱۹۲۴ء

کرشن اپّا، م۔ ح۔ — مہلیا بڈ واریگ — جن شکتی پرکاشن بنگلور، — —

شاستری۔ ن۔ س۔ سیتارام — لینن۔ سمپکشت جیون چرتر — کرناٹک پبلیکشنس، بنگلور — ۱۹۶۲ء

شیٹی، م۔ موہن — سنسکرتی متقی، سنسکر تھیکا، — پاپولر پرنٹرز، منگلور — ۱۹۶۷ء

سوامی، ک۔ س۔ نارائن — وشواجیوتی گلو، گاندھی وچار پریشد۔ رام ولاس ہاگرہارا میسور

ملیالم

کوروپ، گوپال۔ م۔ — لینن — احمد کوٹھی اینڈ سنس، کنانور — ۱۹۵۶ء

مینن۔ م۔ پ۔ — لینن — شاستر کلا پبلیکیشنس، ارناکولم — ۱۹۵۶ء

نائر، ٹ۔ ک۔ گووندن کُٹی — لینن — کرنٹ بک ہاؤس، تریچور — ۱۹۶۲ء

پاپاچن۔ س۔ و۔ — لینن اسمرناکل — ارناکولم پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی، ارناکولم — ۱۹۶۰ء

مراٹھی

بھیڈے، رام کرشنا گوپال — رشین لوک شاہی چا سنستھاپک نکولائی لینن — گنیش مہادیو اینی کمپنی، بمبئی — ۱۹۲۲ء

بھس کوٹے۔ و۔ م۔ — لینن چرتر — مصنف نے شائع کی ہے۔ سداشیو پیٹھ، پونا — ۱۹۳۸ء

بھس کوٹے۔ و۔م۔	لینن	مصنف نے شائع کی ہے۔ سداشیو پیٹھ، پونا	۱۹۵۸ء
جوشی، لکشمن نارائن	روس میں بالشویزم	پونا	۱۹۲۱ء
کارکھنیس، سرلا	چرترانی وچار	پیوپلز پبلیشنگ ہاؤس، بمبئی	—
پھڑکے، ک۔ ن۔	کھیدیاتل گریبن ساتھی	مصنف نے شائع کی۔ تلک روڈ، پونا۔	
بیٹھانکر، ڈ۔ک۔	لینن انے ایترگوشٹی	مہاراشٹر گرنتھ بھنڈار، بمبئی	۱۹۴۵ء

پنجابی

ملہوترا، اوتار سنگھ	جیونی لینن	دہلی ساہتیہ پرکاشن، دہلی	—

تامل

ایاگری سوامی	لیننودن سیلانکل (ترجمہ)	تامل پستکالیم، مدراس	۱۹۵۱ء
کونونف، الف۔	لینن چرترائے کتھائے کل (نیا ایڈیشن)	سٹری وینکٹیشور یونیورسٹی لائبریری، تیروپتی	۱۹۴۶ء
نٹ راجن۔ ب۔	لیننوم رشیاپورتسیم (ترجمہ)	بردابن پرسورلیام، مدراس	۱۹۴۰ء
نمبی	لینن وڑکائی کورلوکل (ترجمہ)	مدراس، نیا ایڈیشن	۱۹۵۶ء
رام ناتھن۔ ر۔	لینن پیرانتر	شکتی کاریالیم، مدراس	۱۹۴۷ء
رام ناتھن۔ ک	لینئے پتری اینا تو میناؤ دوکل	نیو سنچری بک ہاؤس، مدراس	۱۹۵۷ء

تیلیگو

جگن موہن، مہیدھارا	لینن جیوت کتھالو	وشو ساہتیہ مالا، راج مندری	۱۹۴۷ء
موہن رام	لینن اپدیشو	ایضاً	۱۹۳۸ء
راؤ۔ وینکٹیشور	لینن جیویتھا چرترالو	وجے پبلشرز، مدراس	۱۹۵۷ء
راؤ، مہیدھارا جگن موہن	پریسکا میہون	سرینواس پریس، راج مندری	۱۹۳۸ء
راؤ، م۔ ج۔	لینن جیوتیا کتھالو	وشو ساہتیہ مالا، راج مندری	۱۹۵۲ء
ریڈی، ب۔ ابول	ناسمر دھتی پتھا مولینن (ترجمہ)	وشال آندھرا پبلشنگ ہاؤس وجے واڑا	۱۹۶۱ء
ریڈی، رام چندر راجلو	آدھونیک چرترالو	وشال آندھرا پبلشنگ ہاؤس، وجے واڑا	۱۹۶۷ء
سیتہ نارائن کمبم پتی	لینن ازم یوککا چرترکا پونا دولو (ترجمہ)	ترلینگا پبلشنگ کمپنی، وجے واڑا	۱۹۵۲ء

اُردو

عابدی، وزیر حسن	لینن اعظم	دہلی بک سنٹر، دہلی	۱۹۵۴ء
حسن عزیز بھوپالی	رہنمائے آزادی لینن اور انقلاب روس	لاہور	۱۹۲۲ء
مولوی برکت اللہ	بالشویزم اور اسلام	تاشقند	۱۹۱۹ء
مہتا، آنند کشور	بالشویم عرف انقلاب روس	لاہور	۱۹۲۲ء
جوہر، محمد مسعود	لینن	ادارہ ادبیات نو، لاہور	۱۹۴۶ء

ھندی اور انگریزی میں لینن کی تصانیف جو چوتھے دھے میں، سوشلسٹ لٹریچر پبلشنگ کمپنی، آگرہ اور بنارس سے شائع ہوئیں اور جنہیں برطانوی حکومت نے ممنوع قرار دیا

۱۔ لینن	کارل مارکس کی تعلیمات	الہ آباد سوشلسٹ بک کلب	۱۹۳۹ء
۲۔ لینن	سامراج واد پونجی واد کی سب سے اونچی منزل مترجم جیون رام شاستری، شائع کردہ آچاریہ نریندر دیو، سوشلسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بنارس		
۳۔ و۔ا۔ لینن	ریاست اور انقلاب	دیپتک مالا نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳)	
۴۔ و۔ا۔ لینن	اکتوبر انقلاب سے پہلے	کرشنا سوامی کے ایک نوٹ کے ساتھ	۱۹۳۸ء
۵۔ و۔ا۔ لینن	مذہب	مع مقدمہ از گوپال پرانجپے، پستک مالا۔	

سوویت دیس کتابچے

ایڈیٹر	جی۔ ایل۔ کولوکولوف
مینجنگ ایڈیٹر	وی۔ اے۔ خوستیکیان
جوائنٹ ایڈیٹر	گرجا کمار سنہا
آرٹ ڈائرکٹر	ای۔ تلالوف
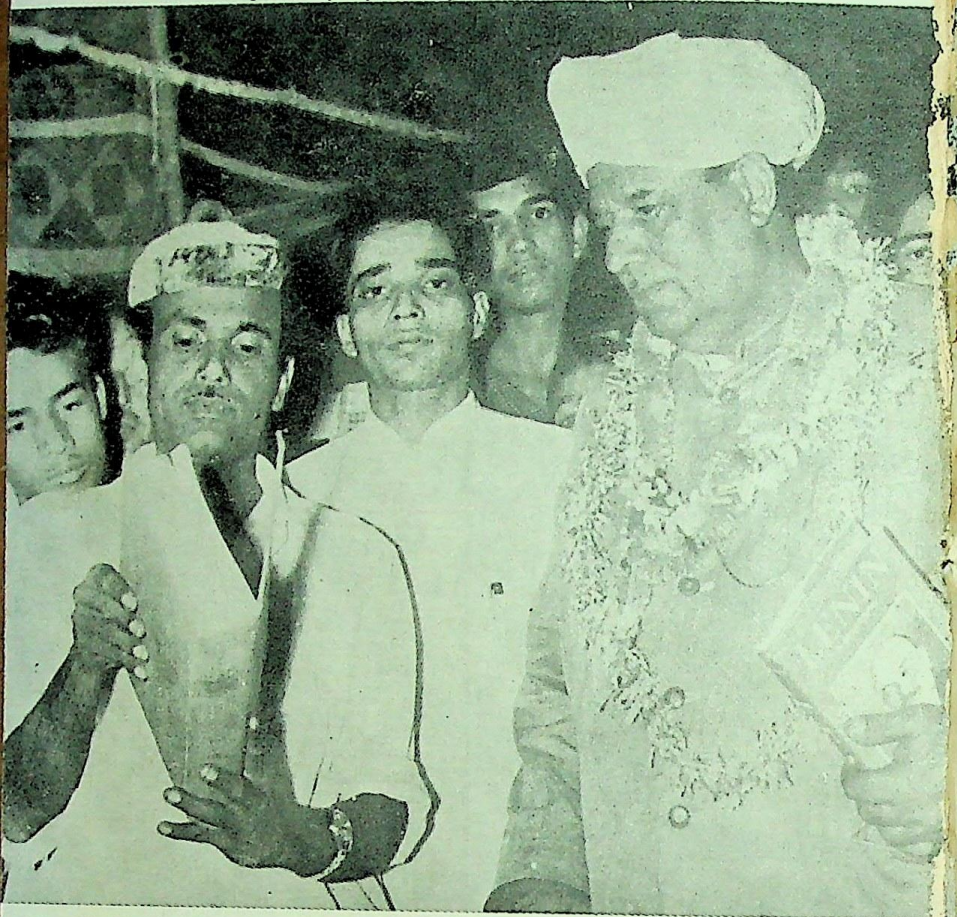
آج ہندستان کے کونے کونے میں لینن کی اور لینن سے متعلق کتابیں بہت مقبول ہیں۔
اوپر کی تصویر ہریانہ میں کتابوں کی ایک نمائش کی ہے۔